تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم — ۱۵/ اکتوبر ۱۹۹۷ء — مدیر : حافظ عاکف سعید

شہدائے بالاکوٹ کا پیغام ' مسلمانان پاکستان کے نام

"..... مگر گوش شنوا اور دیدۂ بینا کے لئے ان کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ ہم ایک ایسے خطہ زمین کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں جہاں ہم اللہ کے منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکیں ' جہاں ہم دنیا کو اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کا نمونہ دکھا کر اسلام کی طرف مائل اور اس کی صداقت و عظمت کا قائل کر سکیں ' جہاں نفس و شیطان ' حاکم و سلطان اور رسم و رواج کے بجائے خالص اللہ کی حکومت و اطاعت ہو۔ ﴿ویکون الدین کلہ للہ﴾ (الانفال : ۳۹) "اور ہو جائے حکم سب کا سب اللہ کا"۔ جہاں اطاعت و عبادت اور صلاح و تقویٰ کے لئے اللہ کی زمین وسیع اور فضا سازگار ہو اور فسق و فجور اور معصیت کے لئے زمین تنگ اور فضا ناسازگار ہو ' جہاں ہم کو صدیاں گزر جانے کے بعد ﴿الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوہ واتوا الزکوہ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر...﴾ (الحج : ۴۱) "وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوہ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے"۔ کی تفسیر پیش کرنے کا موقع مل سکے۔ تقدیر الٰہی نے ہمارے لئے اس سعادت و مسرت اور اس آرزو کی تکمیل کے مقابلہ میں میدان جنگ کی شہادت اور اپنے قرب و رضا کی دولت کو ترجیح دی ' ہم اپنے رب کے اس فیصلہ پر رضامند و خورسند ہیں۔ اب اگر اللہ نے تم کو دنیا کے کسی حصہ میں کوئی ایسا خطہ زمین عطا فرمایا جہاں تم اللہ کے منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق گزار سکو اور اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کوئی مجبوری مخل اور کوئی بیرونی طاقت حائل نہ ہو ' پھر بھی تم اس سے گریز کرو اور ان شرائط و اوصاف کا ثبوت نہ دو جو مہاجرین و مظلومین کے اقتدار اور سلطنت کا تمغہ امتیاز ہیں تو تم ایسے کفران نعمت اور ایک ایسی بدعہدی کے مرتکب ہو گے جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ ہم نے جس زمین کے چپہ چپہ کے لئے جدوجہد کی اور اس کو اپنے خون سے رنگین کر دیا ' اکوڑے اور شیدو کے میدان اور تورو اور مایار کی رزم گاہ سے لے کر بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ہمارے خون شہادت کی مہریں اور ہمارے شہیدوں کی قبریں ہیں ' تم کو خدا نے اس زمین کے وسیع رقبہ اور سرسبز و شاداب خطے سپرد فرمائے اور بعض اوقات قلم کی ایک جنبش اور برائے نام کوشش نے تم کو عظیم سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ ﴿ثم جعلنکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون۝﴾ (یونس : ۱۴) "پھر ہم نے تم کو ان کے بعد زمین میں جانشین بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو"۔ اب اگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تم نے آزادی کی اس نعمت اور خداداد سلطنت کی اس دولت کو جاہ و اقتدار کے حصول اور حقیر و فانی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنایا ' تم نے اپنے نفوس اور اپنے متعلقین ' ملک کے شہریوں اور باشندوں پر خدا کی حکومت اور اسلام کا قانون جاری نہ کیا اور تمہارے ملک اور تمہاری سلطنتیں اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے قانون و سیاست اور تمہارے حاکم اپنے اخلاق و سیرت اور اپنی تعلیم و تربیت میں غیر اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم حاکموں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے تو تم آج دنیا کی ان قوموں کے سامنے جن سے تم نے مسلمانوں کے لئے الگ خطہ زمین کا مطالبہ کیا اور کل خدا کی عدالت میں جہاں اس امانت کا ذرہ ذرہ حساب دینا پڑے گا ' کیا جواب دو گے ؟ خدا نے تم کو ایک ایسا نادر و زریں موقع عطا فرمایا ہے جس کے انتظار میں چرخ کہن نے سینکڑوں کروٹیں بدلیں اور تاریخ اسلام نے ہزاروں صفحے الٹے ' جس کی حسرت و آرزو میں خدا کے لاکھوں پاک نفس اور عالی تبار بندے دنیا سے چلے گئے ' اس موقع کو اگر تم نے ضائع کر دیا تو اس سے بڑا تاریخی سانحہ اور اس سے بڑھ کر حوصلہ شکن اور یاس انگیز واقعہ نہ ہوگا"۔

(ماخوذ از سیرت سید احمد شہید ' جلد دوم ' از قلم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عاکف سعید

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ذیلی شعبہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے تحت منعقد ہونے والے ایک انٹرنیشنل سیمینار کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور صدر پاکستان جناب فاروق لغاری دونوں نے اس سے خطاب کیا۔ سیمینار کا عنوان تھا "مسلمانوں کے بارے میں مغرب کے تصورات اور مغرب کے بارے میں مسلمانوں کے تصورات" یہ سیمینار دراصل مغرب اور اسلام کے مابین مبینہ غلط فہمیوں کے ازالے کی ایک کوشش کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس سیمینار کے انعقاد میں واشنگٹن امریکہ کی جارج ٹاؤن یونیورسٹی کا تعاون بھی شامل تھا۔ اور اس میں ملک کے نامور اہل علم و دانش کے علاوہ بیرون پاکستان سے بھی مہمان مقررین کو مدعو کیا گیا تھا۔

وزیر اعظم کے خطاب کی جو رپورٹنگ ۷/ اکتوبر کے اخبارات میں شائع ہوئی اسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ یہ خطاب خاصا طویل تھا اور وزیر اعظم نے اس میں موضوع زیر بحث کے علاوہ اسلام اور عیسائیت کے باہمی روابط کے حوالے سے بھی بعض اہم مباحث کا احاطہ کیا ہے۔ وزیر اعظم کے پیش کردہ تمام خیالات پر تبصرہ ہمارا مقصود نہیں ہے' یقیناً انہوں نے زیر بحث موضوع کے حوالے سے بہت سی پتے کی باتیں کی ہیں اور اسلام کی نمائندگی بھی بحیثیت مجموعی اطمینان بخش طور پر کی ہے۔

تاہم وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ "اسلام مغرب کا دشمن نہیں ہے' اسلام کے خلاف ایک نظریاتی جنگ کا کوئی جواز نہیں ہے' اگر مسائل کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھا جائے تو تعاون اور بقائے باہمی کا حصول مشکل نہیں" اور یہ کہ "جو لوگ اسلام کو مغرب کا حریف تصور کرتے ہیں اور دونوں کے درمیان تصادم کی بات کرتے ہیں وہ تاریخی پس منظر کا شعور نہیں رکھتے" تصویر کے محض ایک نامکمل رخ کی عکاسی کرتا ہے —— ہم مسلمان اگر اسلام کی نظریاتی قوت سے غافل ہیں تو یہ ہماری نا سمجھی ہے۔ ہم اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ہماری بغل میں قرآن حکیم کی صورت میں وہ خداداد نظریاتی عصا موجود ہے جو دور حاضر میں مغرب کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن افکار و نظریات کو جن میں سب سے زیادہ زہریلے نظریات سیکولرزم اور نیشنل ازم کے تصورات کی صورت میں آج پوری دنیا پر مسلط ہیں' ہڑپ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے' تاہم ہمارا دشمن اس حقیقت کا بھرپور ادراک رکھتا ہے۔ مغرب جو اس وقت دراصل صیہونیت کا آلہ کار ہے نظریاتی اور ثقافتی سطح پر سب سے زیادہ خطرہ اسلام کی جانب سے ہی محسوس کرتا ہے۔ اقبال نے ۱۹۳۶ء میں اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں ابلیس کی زبانی اس حقیقت کو آشکارا کر دیا تھا کہ ابلیس کو اشتراکیت کے اٹھتے ہوئے طوفان سے کوئی خطرہ نہیں تھا' اسے اصل خطرہ اسلام سے تھا ؎

"جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں' اسلام ہے"

اور یہ کہ ؎

ہے اگر کوئی خطر مجھ کو تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو!

علامہ کے بقول ابلیس کو اگر کوئی اطمینان تھا تو صرف اس بات کا کہ خود مسلمان ایمان و یقین کی دولت سے محروم اور قرآن کے انقلابی پیغام سے غافل ہیں۔ ع "یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین"۔ تاہم وہ شدید اندیشہ رکھتا تھا کہ عصر حاضر کے تقاضے نوع انسانی کو بتدریج رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ نظام عدل اجتماعی کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کر دیں گے ؎

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں!

روئے زمین پر اس وقت ابلیس کی نمائندہ قوت عالمی صیہونی تنظیم ہے جو پچھلی ایک صدی سے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے داؤ کھیلتے ہوئے آج معاشی میدان میں اپنے سودی مالیاتی نظام کے بل پر پوری دنیا کی معیشت پر قابض ہے اور سیاسی اور تمدنی میدان میں سیکولرزم کو فروغ دے کر اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کا راستہ روکنے کے لئے پورے طور پر سرگرم عمل ہے —— افسوس اس بات کا ہے کہ زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہے لیکن مسلمان آج بھی خواب غفلت سے بیدار ہونے کے لئے تیار نہیں۔ اقبال کی یہ پکار بھی تاحال بہت حد تک صدا بصحرا ثابت ہوئی ہے کہ ؎

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
از خواب گراں' خواب گراں' خواب گراں خیز

وزیر اعظم پاکستان کی یہ دہائی کہ "اسلام کے خلاف نظریاتی جنگ کا کوئی جواز نہیں" اپنی جگہ' لیکن حقیقت یہی ہے کہ مغرب کی نظریاتی یلغار کے سامنے جس کی بنیاد اگرچہ کج ہے اور جس کی حقیقت جادوگروں کے پھیلائے ہوئے اس طلسم سے زیادہ نہیں جس کے زور سے فرعون کے دربار میں رسیاں سانپ کی صورت میں نظر آنے لگی تھیں' اسلامی قوتیں عصائے موسیٰ بغل میں رکھنے کے باوجود تاحال ریت کی دیوار ثابت ہوئی ہیں —— ہم نے اپنے نظریاتی ہتھیار کو صحیح طور پر استعمال ہی نہیں کیا۔ وزیر اعظم پاکستان اگر اسلام اور پاکستان کے ساتھ مخلص ہیں تو انہیں پاکستان کی نظریاتی بنیاد کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ دینی ہوگی' جس کی جانب امیر تنظیم اسلامی ان کی توجہ بارہا مبذول کرا چکے ہیں۔ دستور پاکستان میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی منوائے بغیر اس نوع کے سرکاری سیمینار جن پر قوم کے لاکھوں اور کروڑوں روپے صرف ہوتے ہیں' "نشستند و گفتند و برخاستند" سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ OO

بھارت میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے سردست پاکستان امریکی چال سے بچ گیا ہے

صرف درس و تدریس اور وعظ و نصیحت پر تکیہ کرنے کی بجائے غلبہ دین کے تحریک و تحرک کا راستہ اختیار کرنا ہو گا

آئینی سطح پر پاکستان کے نظریاتی تشخص کو مضبوط اور مستحکم کرنے سے گریز کی پالیسی تدریجی خودکشی کے مترادف ہے

قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر فکر انسانی کی تطہیر اور تعمیر جدید دور حاضر کا سب سے بڑا چیلنج ہے

امیر تنظیم اسلامی وداعی تحریک خلافت کے ۳/ اکتوبر کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ

مسلمانوں کے پاس قرآن حکیم کی شکل میں ایک ایسا طاقتور ہتھیار موجود ہے جو پاکستان کے استحکام اور دفاع کی موثر بنیاد بن سکتا ہے۔ ہمیں ابلاغ کے تمام دستیاب وسائل استعمال کر کے قرآن حکیم کی بنیاد پر غیر اسلامی افکار، خیالات اور رویوں کے خلاف جہاد کرنا ہو گا۔ اس جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ ہیں: جاہلیت قدیمہ (غیر اسلامی، مشرکانہ اوہام اور رسومات) جاہلیت جدیدہ (جدید ملحدانہ فلسفے، جنہوں نے ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کے اذہان کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔) بے یقینی (اسلام اور اسلامی تعلیمات کے اوپر عدم اطمینان اور ان کے بارے میں شکوک و شبہات) نفس پرستی اور شیطانی ترغیبات۔ فرقہ پرستی۔ ان پانچ محاذوں میں سے چار پر عوامی درس قرآن اور عربی زبان کی بڑے پیمانے پر ترویج و اشاعت کے ذریعے جہاد بالقرآن کا حق ادا کیا جا سکتا ہے، تاہم جدید گمراہ کن افکار و نظریات کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر مدلل اور موثر تردید اور ابطال کے بغیر فلسفے، عمرانیات، نفسیات، سیاسیات اور معاشیات جیسے شعبوں میں پائے جانے والے غیر اسلامی عناصر کا قلع قمع ممکن نہیں ہے۔ آج فکر انسانی کی تطہیر اور ایمان کی بنیاد پر اس کی تعمیر جدید، مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ واضح رہے کہ اعلیٰ علمی سطح پر جہاد بالقرآن کا حق ادا کئے بغیر نظام میں کوئی بنیادی تبدیلی لانا ممکن نہیں ہے۔

قرآن کی تعلم و تعلیم سے اصل مقصود جذبہ محرکہ اور قوت عمل حاصل کرنا ہے تاکہ غلبہ اسلام کی جدوجہد کے لئے مردان کار فراہم کئے جا سکیں۔ ترجمہ قرآن اور عربی زبان کی تعلیم میں عوام کی بڑھتی ہوئی دلچسپی اور اس کے لئے مختلف اداروں کا قیام ایک خوش آئند امر ہے تاہم قرآن مجید کو صرف پڑھنے پڑھانے تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ درس تدریس اور وعظ نصیحت پر تکیہ کرنے کی بجائے غلبہ دین کے لئے تحریک و تحرک کا راستہ اختیار کرنا بھی لازم ہے۔

ایک جدید قرآن فکر کی تدوین کے لئے عناصر یہ لازمی ہیں۔ اولاً: ضروری ہے کہ ہم کسی بھی صورت میں اسلاف کے ساتھ اپنا رشتہ منقطع نہ کریں خصوصاً احکام شریعت اور تصوف کے حوالے سے ---- ثانیاً جدید مادی اور عمرانی علوم کی بنیادی معلومات حاصل ہونا بھی ضروری ہے۔

ثالثاً تدبر قرآن کے لئے ایک سائنٹیفک انداز اختیار کرنا ہو گا اور جدید ذرائع کو پوری طرح کام میں لانا ہو گا۔ رابعاً اسلام کی انقلابی تعلیمات اور غلبہ دین کی جدوجہد سے متعلق قرآنی احکامات کو اس جدید قرآنی فکر میں سمونا ہو گا۔

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی جانب سے بھارت کو "عدم جارحیت" کے معاہدہ کی پیشکش سعی لاحاصل ثابت ہو چکی ہے۔ ماضی میں جنرل ضیاء الحق نے بھی بھارت کو جنگ نہ کرنے کے معاہدہ کی پیشکش کر کے جارحانہ سفارت کاری پر مبنی پالیسی اختیار کی تھی مگر اس وقت افغانستان میں روسی مداخلت کی وجہ سے امریکہ کی جان پر بنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے پاکستان کو امریکہ کی تائید حاصل ہو گئی تھی۔ آج کی صورتحال ۱۹۶۲ء میں صدر ایوب خان کی جانب سے بھارت کو "مشترکہ دفاع" کی پیشکش سے مشابہ ہے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ روس کے میدان میں نہ ہونے کی وجہ سے امریکہ دنیا کی سپریم طاقت بن چکا ہے یہاں تک کہ عالم عرب کے قلب میں بھی امریکی فوجیں موجود ہیں۔ روس اور چین کے قریب آجانے سے امریکہ کی پالیسی تبدیل ہو گئی ہے اب وہ بھارت کو علاقے کی منی سپر پاور کی حیثیت سے چین کے مقابلے پر لانا چاہتا ہے اور بھارت کی خوشنودی کے حصول کے لئے پاکستان کو بھارت کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آٹھویں ترمیم کے خاتمے سے صدر کو بے بس کرنے اور فلور کراسنگ کے قانون کے ذریعے ممبران اسمبلی کو قابو کر کے میاں نواز شریف کے روپ میں اس وقت ملک پر سول ڈکٹیٹر مسلط ہے، جو فوجی ڈکٹیٹر سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ نواز شریف نے زبردست امریکی دباؤ کی وجہ سے بھارت کے ساتھ مصالحت کی پالیسی اختیار کئے رکھی جو بھارتی وزیر اعظم گجرال کی کمزور سیاسی پوزیشن کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ پاک بھارت مفاہمت ضرور ہونی چاہئے لیکن اگر یہ صرف بھارت کی شرائط پر کی گئی تو پاکستان کے لئے خودکشی کے مترادف ہو گی۔

بھارت میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے پاکستان سردست امریکی چال سے بچ گیا ہے، مگر عالمی حالات کے تناظر میں صاف نظر آ رہا ہے کہ آئندہ پاکستان پر مسلسل دباؤ بڑھے گا جس کے آگے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا پاکستان کے لئے ممکن نہیں ہو گا۔ ملک میں آئینی سطح پر نفاذ اسلام کے ذریعے پاکستان کے نظریاتی تشخص کو مضبوط اور مستحکم کرنے سے گریز کی پالیسی تدریجی خودکشی کے مترادف ہے۔ پاکستان اپنے اسلامی تشخص کو مضبوط کر لے تو بھارت سے تجارتی ربط کی بحالی اور مفاہمت میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے پاس نظریئے کی ناقابل شکست قوت قرآن حکیم کی شکل میں موجود ہے جس سے مسلح ہو کر محض سفارت کارانہ نہیں بلکہ نظریاتی یلغار کرنا چاہئے۔

انتظامی واحدے

علامہ شبیر بخاری

○ اگر برصغیر کی تاریخ پر سرسری سی نظر ڈالیں تو یہ اندازہ کر لینا مشکل نہیں ہو گا کہ صوبے ہمیشہ انتظامی واحدے (UNITS) ہوتے ہیں اور ان کا کوئی الہامی تقدس نہیں ہوتا۔ ۵۰۰ ق م میں کشمیر اور سرحد کا نام کمبوج تھا' پنجاب لنگرہارا تھا۔ سندھ اونتی تھا' اور بلوچستان سی دیر۔ قدیم ہندو ادوار میں یہ نام تبدیل ہوتے گئے' گریک' باختر' پارتھیں' کشان' کنشک۔ اور پھر غزنوی اور غوری' بعد ں دوسرے خاندانوں کی حکومتوں میں بھی صوبوں کے نام اور حدود بدلتے گئے۔ تغلق دور میں ہندوستان کے صوبے' دلی' دیوگری' ملتان' کہرام' سامانہ' سرستان' اوچ' ماہالینی' سرسوتی' ماسار' تلنگ' گجرات' بدایون اودھ' قنوج' لکھنوتی' بہار' کڑا' مالوہ' لاہور' کلانور' جے نگر اور سمدورا وغیرہ تھے۔ برنی بعد میں دلی' تلنگ' گجرات اور دیوگری کے علاوہ مالوہ' کیلا' دھورا' سامندر' معبر' زہٹ کا ذکر بھی کرتا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انتظامی سہولیات کے پیش نظر ملک کے واحدے بنائے جاتے ہیں۔ ہر دور کے تقاضے ان کے حدود' ان کی تعداد اور ان کی کیفیت و کمیت میں مسلسل ردوبدل کرتے رہتے ہیں۔

○ پاکستان میں صوبائی بنیادوں پر عصبیتوں نے جو گل کھلائے ہیں محتاج بیان نہیں' اور طول طویل علاقوں کے اختیارات ایک جگہ مرکوز کرنے سے جو قباحتیں در پیش ہیں اور جو کرپشن کے امکانات بڑھنے کے آثار ہیں' وفاقی انتظامیہ' وفاقی سیاسیہ' وفاقی تعلیمیہ' اور وفاقی عدلیہ و احتسابیہ کو ان کا نوٹس لینا چاہئے۔ انتظامیات عالم میں جدید ترین رجحان یہ ہے کہ ملکوں کے چھوٹے چھوٹے انتظامی واحدے ہوں' ان کی صحیح نگرانی ہو' ان کے جمہوری اور انسانی حقوق کا کماحقہ تحفظ ہو۔

○ پاکستان کا رقبہ ۳۳۸۸۹۷ مربع میل ہے اور اس کے چار انتظامی واحدے ہیں' جبکہ سوئٹزر لینڈ (رقبہ ۱۵۹۴۳) کے بائیس صوبے' جاپان (رقبہ ۱۴۵۶۷۰) کے پینتالیس' سویڈن (رقبہ ۱۷۵۰۰۰) کے چوبیس اور فرانس (رقبہ ۲۰۲۰۰۰) کے پچانوے صوبے ہیں۔ ان قابل انتظام واحدوں سے انتظامیہ اور عدلیہ کے کام میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ اختیارات کی مرکزیت پر غیر معمولی زور کم ہو گا' لوگوں کو رہوا' کھر راکھی گاج نابکا' بیل پدھراڑ' اٹک مری' اور فورٹ عباس کے امتحانات کا سامنا نہیں۔

○ یہ بات میں نے ارباب حل و عقد کی خدمت میں بارہا پیش کی ہے لیکن شنوائی نہیں ہوئی۔ زندہ قوموں میں فیصلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت ہوتی ہے۔ سیاسی دباؤ ہی مسائل حل نہیں کرتے اور نہ ہی سیاست دانوں کی سنہری اور روپہلی مصلحتیں جیسا کہ باقاعدہ مردم شماری جیسے اہم مسئلہ کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا گیا۔ الیس منکم رجل رشید؟

نامے میرے نام

امید ہے آپ و دیگر رفقاء بفضل تعالیٰ خیریت سے ہوں گے آپ اور دیگر رفقاء جس محنت اور جانفشانی سے ندائے خلافت تیار کر کے ملک کے طول و عرض میں رفقاء کو پہنچا رہے ہیں یقیناً قابل تحسین ہے اس قدر مستقل مزاجی اور استقامت بلاشبہ عطیہ خداوندی ہے۔ ۴ تا ۱۰ ستمبر کے ندائے خلافت میں ایک مختصر لیکن جامع مضمون "غیبت ایک سنگین جرم" کے عنوان سے شائع ہوا جسے رفقاء و احباب نے بہت پسند کیا۔ دور حاضر میں یہ اخلاقی برائی ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہے۔ ہمارے رفقاء نے کثیر تعداد میں اس کی فوٹو کاپیاں کروا کر احباب میں تقسیم کی ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ اس طرح کے موضوعات کو مستقل طور پر ندائے خلافت میں جگہ دی جائے تا کہ رفقاء کی تربیت کے ساتھ ساتھ عوام الناس تک بھی بات پہنچ سکے۔ والسلام

طالب دعا

ذوالفقار علی' ایبٹ آباد

انا للہ وانا الیہ راجعون

تنظیم اسلامی کراچی کے ایک سینئر رفیق اور مخلص کارکن جناب مظفر احمد منور' جو امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے حقیقی چچازاد بھائی تھے' 5/ اکتوبر کو سڑک کے ایک المناک حادثے میں انتقال کر گئے۔ مرحوم ایک طویل عرصہ تک کراچی یونیورسٹی میں مختلف انتظامی شعبوں سے وابستہ رہے۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں کراچی تنظیم کے رفقاء کی اکثریت کے علاوہ یونیورسٹی کے سٹاف کی ایک بڑی تعداد اور وائس چانسلر بھی شریک ہوئے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ ہمارے ساتھ وہ بھی اس دعائے مغفرت میں شریک ہو جائیں :

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

ان شاء اللہ **اتوار 19/ اکتوبر** کو دس بجے صبح

الحمراء ہال نمبر 1 شارع قائد اعظم لاہور میں

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

پاکستان کی

نظریاتی اساس کے استحکام

اور اس میں اسلام کے

نظام عدل اجتماعی کے قیام

کا واحد راستہ —— یا بالفاظ دیگر

اسلامی انقلاب کا نبوی ؐ طریق

کے موضوع پر خطاب کریں گے اور اس کے بعد بعض اصحاب علم و دانش پر مشتمل پینل کے سوالات کے جواب دیں گے۔

برطانوی اپوزیشن لیڈر نے کہا کہ وہ اپنے ملک کے اندرونی معاملات کو بیرون ملک زیر بحث نہیں لائیں گے

بے نظیر نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو خط لکھ کر پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی کھلم کھلا دعوت دی

بھٹو نے "مضبوط کرسی" کے پائے لرزتے محسوس کئے تو سعودی سفیر کو PNA سے مصالحت کرانے کی درخواست کی

مرزا ایوب بیگ' لاہور

بے نظیر بھٹو کا خط' اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے نام :

بے نظیر بھٹو
قائد حزب اختلاف' قومی اسمبلی اسلام آباد
چیئر پرسن پاکستان پیپلز پارٹی
۱/۱۷ اگست ۱۹۹۷ء

ایک ایسے فرد کی حیثیت سے جس کی زندگی ملک میں قانون کی عملداری کے احترام اور اقوام متحدہ کے چارٹر میں متعین کردہ مقاصد کے عین مطابق خالص اور پائیدار جمہوریت کے قیام کی جدوجہد میں گزری ہے' میں آپ کی توجہ پاکستان میں انسانی حقوق کی ابتر اور تیزی سے بگڑتی ہوئی صورت حال کی طرف مبذول کراتے ہوئے آپ سے پرزور مطالبہ کرتی ہوں کہ آپ اقوام متحدہ کے متعلقہ اداروں کو ضروری کارروائی کی ہدایت فرمائیں۔

سیاسی اجتماع کی آزادی' آزادانہ اور منصفانہ انتخابات' نقل و حرکت کی آزادی' تقریر کی آزادی اور ایک آزاد عدالتی نظام سمیت تمام بنیادی انسانی حقوق کسی بھی جمہوری معاشرے کی کم سے کم ضرورت ہیں لیکن پاکستان میں یہ حقوق خطرناک شرح سے کچلے جارہے ہیں۔ اگر اس سلسلے کو روکنے کی تدبیر نہ کی گئی تو زبردست داخلی عدم استحکام پیدا ہوسکتا ہے اور جنوبی ایشیا کے عوام بین الاقوامی برادری میں اپنا موثر کردار ادا کرنے سے محروم ہوسکتے ہیں۔

گزشتہ سال میری حکومت ختم ہونے کے بعد سے ایسے اقدامات میں بالخصوص خوفناک حد تک اضافہ ہوگیا ہے جنہیں سرکاری حکام کی طرف سے پاکستان پیپلز پارٹی کے وجود کو ختم کرنے کی منظم کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایک آزادانہ جمہوری معاشرے کے قیام کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی کی سیاسی جدوجہد کی بناء پر سرکاری حکام نے پارٹی کے لیڈروں اور اس کے حامیوں کو ہراساں کرنے' دہشت پھیلانے' اذیتیں دینے اور جیلوں میں ڈالنے کا سلسلہ شروع کررکھا ہے جس سے ان کی زندگیوں کو شدید خطرہ لاحق ہے۔

منسلکہ دستاویز میں چند ایسے واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کس بری طرح پامال کئے جارہے ہیں۔ اس فہرست میں جن افراد کے نام دیئے گئے ہیں ان میں بیشتر پاکستان پیپلز پارٹی کے عہدیدار ہیں۔ عملاً انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے واقعات اس فہرست سے کہیں زیادہ ہیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن' قائد حزب اختلاف اور ایک آزاد جمہوری پاکستان کی غیر متزلزل حامی ہونے کے ناطے میں آپ سے اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل ہونے کی حیثیت سے مطالبہ کرتی ہوں کہ آپ انسانی حقوق کی پامالی کے واقعات کی تحقیقات کے لئے جنرل اسمبلی اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت دیئے گئے اپنے اختیارات کو بروئے کار لائیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ آپ اپنا تمام تر اخلاقی دباؤ انسانی حقوق کی ان خلاف ورزیوں کی طرف عالمی توجہ مبذول کرانے کے لئے استعمال کریں۔

پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان کے عوام آپ کی فوری توجہ کے منتظر ہیں۔ دریں اثناء ہم اپنے آئین اور دیگر اداروں کی طرف سے دستیاب محدود ذرائع کی مدد سے دادرسی کی کوششیں جاری رکھیں گے۔

عزت و احترام کے ساتھ
بے نظیر بھٹو
قائد حزب اختلاف

بے نظیر بھٹو کا یہ خط پڑھ کر ہمیں وہ واقعہ یاد آیا جب برطانیہ کے اپوزیشن لیڈر جن کا نام غالباً ایڈورہیتھ تھا اور وہ برطانیہ کے وزیراعظم بھی رہ چکے تھے' وقت کی حکومت کو پارلیمنٹ میں tough time دینے کے معاملے میں بڑی شہرت رکھتے تھے پاکستان کے دورے پر آئے۔ ہوائی اڈے پر ایک اخبار نویس نے انہیں برطانوی حکومت کی کارکردگی پر تبصرہ کرنے کو کہا اور خصوصاً ایک ایسے مسئلے کا حوالہ دیا جس پر وہ پارلیمنٹ میں حکومت پر بہت برسے تھے۔ اس پر برطانیہ کے اپوزیشن کے لیڈر نے کہا کہ میں بیرون ملک اپنے ملک کے اندرونی معاملات کو زیر بحث لانا قطعاً پسند نہیں کروں گا۔ دنیا کے اکثر ممالک جن میں بھارت بھی شامل ہے اپنے اندرونی معاملات میں دوسروں کی مداخلت کو بجا طور پر اپنی خودمختاری کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ وہ اس معاملے میں انتہائی حساس ہیں۔ البتہ پاکستان کا معاملہ بالکل برعکس ہے۔ ہم آغاز ہی سے اپنے اندرونی معاملات میں دوسروں کو مداخلت کی دعوت دینے سے کبھی جھجکے نہیں' قومی غیرت و حمیت کا جذبہ غیروں کو دعوت مداخلت دینے میں کبھی آڑے نہیں آیا۔ گورنر جنرل غلام محمد نے جب اسمبلی کو برطرف کیا تو عام تاثر یہ تھا کہ انہیں امریکی اشیرباد حاصل ہے۔ پھر یہ کہ انہوں نے اپنے اس اقدام کو عدالت میں صحیح ثابت کرنے کے لئے امریکی وکلا کی خدمات حاصل کیں اور جسٹس منیر نے خدا جانے غلام محمد کی مغلظ گالیوں سے بچنے کے لئے یا وکلاء کی سفید چمڑی سے متاثر ہوکر سندھ ہائیکورٹ کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے گورنر جنرل غلام محمد کے اسمبلی شکن احکامات کو جائز قرار دے دیا۔ ۱۹۷۷ء میں جب تحریک نظام مصطفیٰ زوروں پر تھی' بھٹو کے اقتدار کا سنگھاسن ڈول رہا تھا لیکن اس کی رخصتی کی کوئی صورت واضح نہیں ہورہی تھی تو قومی اتحاد کے نو ستارے جن میں نوابزادہ نصراللہ' مولانا مفتی محمود' ولی خان بمع بیگم صاحبہ اور اصغر خان وغیرہ شامل تھے' ایک وفد کی صورت میں امریکہ' برطانیہ' سعودی عرب اور دیگر کئی ممالک کے سفارت خانوں میں بھٹو حکومت کے خلاف ایک یادداشت لے کر حاضر ہوئے تھے۔ خود ذوالفقار علی بھٹو نے جب محسوس کیا کہ مضبوط کرسی کے پائے لرز رہے ہیں تو سعودی سفیر کو قومی اتحاد سے مصالحت کرانے کے لئے درخواست کی۔ ایران اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لئے فوجیں سرحد پر لے آیا تھا۔ یہ وہ زمانہ

تھا جب ایران پاکستان دوستی مثالی کہلاتی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کو جب سزائے موت ہوئی تو صدر ضیاء الحق سے تو رحم کی اپیل نہ کی گئی لیکن غیر ممالک سے بڑی سطح پر رابطے ہوئے۔ لیبیا اور چین نے اپنے تئیں بھٹو کو سزائے موت سے بچانے کی پوری سنجیدگی سے کوشش کی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ضیاء الحق نے بیرونی دباؤ قبول نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے امریکی یہودی لابی کا سزائے موت پر عملدرآمد کرنے کا دباؤ قبول کیا تھا جو خود اس کے اپنے مفاد میں بھی تھا۔ نواز شریف اور بے نظیر کے درمیان جب سے musical chair کا کھیل ہو رہا ہے اندرونی معاملات میں غیر ملکی مداخلت بہت بڑھ گئی ہے۔ جب بے نظیر وزیراعظم ہوں تو نواز شریف کی امریکی سفیر اور دوسرے اعلیٰ امریکی افسران سے ملاقاتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں اور جب نواز شریف وزیراعظم ہوں تو بے نظیر ایسی ملاقاتوں میں مصروف و مشغول رہتی ہیں۔ بے نظیر کے دور میں جب نواز شریف پر غداری کا مقدمہ قائم ہوا تو امریکہ نے اس پر انتہائی سخت ردعمل کا اظہار کیا تھا۔ ظاہر ہے امریکہ نے ایسا ازخود نوٹس لیتے ہوئے تو نہیں کیا ہوگا۔ بہرحال اگر کوفی عنان سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کے نام بے نظیر کے خط کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اس معاملے میں سب سے بازی لے گئی ہیں۔ انہوں نے اقوام متحدہ کو کھلم کھلا مداخلت کی دعوت دی ہے۔ ان کی شکایات صدفی صد درست بھی ہوں تب بھی ایک محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے انہیں صرف پاکستانی عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہئے تھا اور اگر پاکستانی عدالتوں سے انصاف نہ ملتا تو بھی انہیں صرف وقت کا انتظار کرنا چاہئے تھا' ظاہر ہے نواز شریف کو ساری عمر حکومت میں نہیں رہنا۔ سوال یہ ہے کہ ہمارے رہنما اتنی پست ذہنیت کے مالک کیوں ہیں اور وہ ذاتی مفادات کے حصول کے لئے اتنی اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں اور کیا یہ ذہنی پسماندگی اور اخلاقی گراوٹ محض لیڈران تک محدود ہے۔ ہماری رائے میں جیسی روح ویسے فرشتے اور جیسی پرجا ویسا راجہ جیسی کہاوتیں دانشوروں اور اہل علم کے تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہیں اور سب سے بڑھ کر نبی اکرمؐ کا یہ فرمان مبارک "اعمالکم عمالکم" فیصلہ کن اور حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا معاشرے سے برائیوں کے خاتمے کے لئے اور مثالی قیادت کی فراہمی کے لئے فرد کی اصلاح ناگزیر ہے۔ یہیں سے کام کا آغاز کرنا ہوگا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے آگاہ اور انہیں احسن طریقے سے ادا کرنے والے افراد سے ہی صالح معاشرے کی تشکیل ممکن ہے اور صالح معاشرہ یقیناً ایسی قیادت کو جنم دے گا جو متقی اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ وسیع الظرف اور وسیع القلب بھی ہوگی۔ ملوکیتی دور کی نسبت آج کے جمہوری دور میں یہ بات زیادہ واضح اور قابل فہم ہو گئی ہے کہ قیادت کی جنم دے گا جو متقی اور پرہیزگار ہونے کے علاوہ وسیع الظرف اور وسیع القلب بھی ہوگی۔ ملوکیتی دور کی نسبت آج کے جمہوری دور میں یہ بات زیادہ واضح اور قابل فہم ہو گئی ہے کہ قیادت کا ہر سطح پر معیار اور کردار عوام سے زیادہ مختلف نہیں ہو سکتا۔ دودھ میں اگر زہر موجود ہے تو اس کی بالائی یقیناً زیادہ زہریلی ہوگی لہٰذا جس طرح دیگ کے چند دانے اس کی مکمل صورت حال واضح کر دیتے ہیں اسی طرح قوم کی قیادت کی حیثیت آئینہ میں ہے جس میں قوم اپنا چہرہ دیکھ سکتی ہے۔

تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام الحمراء ہال نمبر ا میں ۵/اکتوبر کو منعقدہ جلسہ عام بعنوان

"پاکستان کی اصل اساس اور اس کے استحکام کا واحد سہارا"

کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارہ میں شائع کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

(ادارہ)

یہ فرق کیوں؟

ہر پیغمبر کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جو لوگ پچھلے پیغمبر کو مانتے تھے' انہوں نے اپنے زمانہ کے پیغمبر کا انکار کر دیا۔ پچھلے پیغمبر کو ماننے والوں کے ساتھ وہ دوستی اور تعاون کا معاملہ کرتے تھے مگر معاصر پیغمبر کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو وابستہ نہیں کیا۔ وہ معاصر پیغمبر کو اپنا تعاون دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی کا پیغمبر سماجی روایات میں شامل ہو چکا تھا۔ اس کے نام پر ادارے قائم تھے۔ سماج میں ان کا درجہ بن چکا تھا کہ ان کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے میں سماجی عزت حاصل تھی۔ پچھلے پیغمبر کے نام پر سرگرم ہونے سے سماج میں حیثیت بلند ہوتی تھی۔

معاصر پیغمبر کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ معاصر پیغمبر لوگوں کی نظر میں ابھی ثابت شدہ پیغمبر نہیں تھا۔ اس کی حیثیت ایک نزاعی شخصیت کی تھی۔ نہ کہ مسلمہ شخصیت کی۔ پچھلے پیغمبر کو پانے کے لئے صرف سماج کا ساتھ دینا کافی تھا۔ جب کہ نئے پیغمبر کو ماننے کے لئے ضروری تھا کہ آدمی کے اندر وہ نگاہ ہو جو سماجی روایات سے اوپر اٹھ کر سوچ سکے۔

ان دونوں گروہوں کو تقلیدی ذہن اور انقلابی ذہن کے الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ہر زمانہ میں بیشتر لوگ تقلیدی ذہن کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر زمانہ میں پچھلی قائم شدہ شخصیتوں کے نام پر بھیڑ اکٹھا رہتی ہے۔ مگر نئی شخصیت غیر قائم شدہ ہونے کی بنا پر صرف انہی غیر معمولی افراد کو متاثر کر پاتی ہے جو انقلابی ذہن کے حامل ہوں۔ جو خارجی چیزوں سے اوپر اٹھ کر حقیقت کی سطح پر باتوں کو دیکھیں اور گہری بنیادوں پر آزادانہ فیصلہ کر سکیں۔

خدا کو وہ ایمان مطلوب نہیں جو عوامی رواج یا سماجی تقلید کے زیر اثر بنا ہو۔ خدا کو وہ ایمان مطلوب ہے جو اس طرح حاصل ہو کہ وہ آدمی کی اپنی دریافت بن جائے۔ یہ وہ ایمان ہے جس میں آدمی درمیانی پردوں کو پھاڑ کر براہ راست خدا کو پا لیتا ہے' وہ ظواہر سے گزر کر اصل حقیقت تک براہ راست پہنچ جاتا ہے۔

ان میں سے ایک معرفت ہے اور دوسرا صرف تقلید۔ (الرسالہ' مارچ ۱۹۹۷ء)

بھارت میں قیام خلافت کی تحریک

اور اس کے ضمن میں
معروف بھارتی سیاستدان اور دانشور سید شہاب الدین کے اٹھائے ہوئے

سوالات کے جوابات

سید شہاب الدین جو ایک معروف مسلمان سیاستدان کے طور پر ہی نہیں صاحب علم و دانش شخصیت کے طور پر بھی بھارت کے طول و عرض میں جانے پہچانے جاتے ہیں' کے دو خطوط قبل ازیں ندائے خلافت کی ۱۰ ستمبر کی اشاعت میں شائع کئے جا چکے ہیں جن میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے بھارت میں احیاء خلافت کی تحریک (ایس آئی ایم ہند) کے حوالے سے بعض اشکالات اور سوالات اٹھائے گئے تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے سید شہاب الدین کے مذکورہ خطوط کو خصوصی اہمیت دیتے ہوئے ان کا جو جواب تحریر فرمایا ہے اس میں چونکہ احیاء اسلام اور احیاء نظام خلافت کے ضمن میں محترم ڈاکٹر صاحب کا موقف نہایت جامعیت اور وضاحت کے ساتھ سامنے آتا ہے لہٰذا قارئین کی دلچسپی کے لئے اسے سطور ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاہور۔ ۳۰/ ستمبر ۹۷ء

محترمی و مکرمی جناب سید شہاب الدین صاحب'
السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

"ندائے خلافت" کی ۱۰/ ستمبر کی اشاعت میں آپ کے دو موقر خطوط شائع ہوئے ہیں' ایک مفصل خط مدیر جریدہ کے نام تھا جس میں آپ نے "افکار ملت" نئی دہلی کے مدیر جناب خورشید عالم صاحب کی تحریر کا محاکمہ کیا تھا۔ اور دوسرا مختصر خط ذاتی طور پر میرے نام تھا۔

یہ دونوں خطوط غالباً اوائل جولائی میں موصول ہوئے تھے اور میں ۱۸/ جولائی کو امریکہ روانہ ہوتے ہوئے انہیں ساتھ لے گیا تھا کہ اگر وہاں فرصت ملی تو آپ کو مفصل خط تحریر کروں گا۔ لیکن فرصت اور اطمینان نام کی کوئی شے نہ وہاں کے ڈیڑھ ماہ سے زائد کے مسلسل سفر کے دوران میسر آئی' نہ واپسی پر تاحال نصیب ہو سکی ہے — بنابریں سردست ایک مجمل جواب پر اکتفا کر رہا ہوں۔ (پ.ن' ابتداء میں میرا خیال مختصر تحریر ہی کا تھا' بعد میں خود یہ خاصی طویل ہو گئی۔ معذرت خواہ ہوں!)

میرے اب تک کے مطالعہ قرآن و سنت و سیرت رسول ﷺ کا حاصل یہ ہے کہ :

۱۔ ہر صاحب ایمان پر — خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو' اور خواہ وہ مسلم اکثریت والے ملک میں رہتا ہو' خواہ اقلیت والے میں' یہاں تک کہ خواہ وہ کسی خطہ ارضی میں تن تنہا "مومن" ہو — یہ فریضہ "فرض عین" کے درجہ میں عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون اور نظام نافذ کرنے کے لئے تن من دھن سے حتی المقدور کوشش کرے۔ چنانچہ ایسی کوشش ہی کا جامع عنوان "جہاد فی سبیل اللہ" ہے' جس کے ہدف کے بارے میں آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ خواہ اسے "شہادت علی الناس" سے تعبیر کر لیا جائے' خواہ "اقامت دین" سے — اور خواہ اسے "حکومت الٰہیہ" کا عنوان دے دیا جائے' خواہ نظام خلافت کا عربی مقولے "عباراتنا شتی وحسنک واحد" کے مصداق کوئی فرق نہیں ہوتا۔

واضح رہے کہ میں نے یہاں "مسلمان" کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے' جو ایک دنیوی "LEGAL STATUS" کا عنوان ہے' اور جس کے قانونی و فقہی فرائض و واجبات کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں بیان کی گئی ہے' بلکہ میں نے "ایمان" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کی اس مختصر ترین لیکن ہر اعتبار سے "جامع و مانع" تعریف کی رو سے جو قرآن حکیم میں سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۵ میں وارد ہوئی ہے "جهاد فی سبیل الله" کو ایمان کے جزو لاینفک یا شرط لازم کی حیثیت حاصل ہے۔ (یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس سے متصلاً قبل کی آیت میں "اسلام" اور "ایمان" کا فرق نہایت صریح الفاظ میں بیان ہوا ہے!)

۲۔ اس کوشش کا پہلا مرحلہ لامحالہ اور لازماً "دعوت و تبلیغ" ہی کا ہے جس کی قبولیت کی رفتار کا معاملہ' مختلف علاقوں کے معروضی احوال و ظروف اور وہاں بسنے والے لوگوں کی افتاد طبع کے اعتبار سے یقیناً مختلف ہو گا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کسی ملک میں اس دعوت و تبلیغ کے ایک معتدبہ حد تک کامیاب ہو جانے کے بعد ہی دوسرے مرحلے یعنی نفاذ و تنفیذ کے ضمن میں کسی عملی اقدام کا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ تاہم یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ

دعوت و تبلیغ "MISSIONARY" انداز کی نہیں ہوگی جس کا ہدف صرف عقیدہ کی تبدیلی یا اخلاقی و روحانی اصلاح ہو' بلکہ "REVOLUTIONARY" طرز کی ہوگی جس کا ہدف پورے سیاسی' اقتصادی اور سماجی ڈھانچے کو تبدیل کرنا ہو۔ (اول الذکر تبلیغ کی نمایاں ترین مثال عیسائیت کی تبلیغ ہے اور یہی انداز مسلمان صوفیاء کی تبلیغ کا بھی تھا' جبکہ موخر الذکر کی کامل مثال تو صرف دعوت محمدیؐ تھی۔ البتہ اس کی ایک جزوی مثال مرحوم کیموزم یا سوشلزم کی دعوت بھی تھی!)

۳۔ اس اعتبار سے "اصحاب ایمان" کی حیثیت ایک "قوم" کی نہیں بلکہ ایک نظریاتی اور انقلابی جماعت کی ہے' جس کے اصطلاحی نام ازروئے قرآن "امت مسلمہ" اور "حزب اللہ" ہیں! ــــ بدقسمتی سے اس وقت اس آئیڈیل حیثیت کا حامل کوئی قابل ذکر یا کم از کم عالمی سطح پر معروف گروہ پوری دنیا میں موجود نہیں ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ بعض وہ تحریکیں بھی' جو اس صدی کے ربع اول کے لگ بھگ بڑے دعوے اور طنطنے کے ساتھ خالص نظریاتی اور اصولی و انقلابی بنیادوں پر اٹھی تھیں' مرور زمانہ کے ساتھ خود بھی "قومیت" کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئیں! ــــ نتیجتاً آج بھی عالم اسلام ٹھیک وہی نقشہ پیش کر رہا ہے جو اب سے ۶۷ سال قبل علامہ اقبال مرحوم نے اپنے مشہور عالم خطبہ الہ آباد (۱۹۳۰ء) میں بیان کیا تھا ــــ یعنی "اس وقت فی الواقع کوئی ایک امت مسلمہ دنیا میں موجود ہی نہیں ہے بلکہ اس کی بجائے بالفعل متعدد مسلمان اقوام پائی جاتی ہیں!"

ان تنقیحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کے اور بھارت میں قیام خلافت کے علمبرداروں کے مابین جو رد و قدح ہوئی ہے وہ اسی "DILEMMA" کی مظہر ہے کہ وہ حضرات "IDEALISTIC" بات کر رہے ہیں' جبکہ آپ "REALISTIC" انداز میں سوچتے ہیں!

اس پس منظر میں یہ عرض کرنا بالکل تحصیل حاصل ہوگا کہ اگرچہ اصلاً میرا معاملہ فرائض دینی کے اس "ایمانی" تصور (بمقابلہ فقہی و قانونی تصور) سے متعلق ہے جس کا ذکر آغاز میں ہو چکا ہے' نہ کہ کسی نری خیالی یا محض تخیلاتی "تصوریت" سے ــــ تاہم چونکہ عملی اعتبار سے میری کیفیت انتہائی تصوریت پسندانہ مزاج کے "حامل" ہی نہیں "عامل" شخص کی رہی ہے' چنانچہ میری پوری زندگی اس شعر کا عملی مرقع اور مظہراتم رہی ہے کہ ؎ "اک تصور کے حسن مبہم پر ساری ہستی لٹائی جاتی ہے۔ زندگی ترک آرزو کے بعد کیسے سانسوں میں ڈھالی جاتی ہے!" ــــ لہٰذا فطری طور پر میری سوچ کا رخ بھی وہی ہے جو بھارت میں قیام خلافت کے علمبرداروں کا ہے!۔ اور اگر آپ کا یہ فرمانا درست ہے کہ ایس آئی ایم قیام خلافت کا نعرہ لگانے کے بعد مخالفانہ تنقیدوں کے باعث "آسمان سے زمین پر آ گئی ہے" تو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور گروہ یا جماعت کو بھارت میں حاکمیت خداوندی اور خلافت انسانی کی بنیاد پر قائم ہونے والے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی علمبردار بن کر کھڑے ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ وماذالک علی اللہ بعزیز!

تاہم ــــ خالص "واقعیت پسندانہ" نقطہ نظر سے بھی لگ بھگ دس سال قبل سے میری ایک رائے پختہ طور پر قائم ہو چکی ہے' جو میں نے ۱۹۹۰ء میں نئی دہلی میں آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر پیش کرنے کی کوشش بھی کی تھی' لیکن آپ نے اسے سرسری طور پر ٹال دیا تھا۔

وہ رائے یہ ہے کہ ــــ یہ مسلمانان ہند کی اصولی اعتبار سے بہت بڑی ابن الوقتی ــــ اور عملی اعتبار سے ہمالیہ ایسی غلطی تھی کہ ــــ لگ بھگ نصف صدی تک دو قومی نظریئے اور مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کا ڈھول پیٹنے کے بعد انہوں نے ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو یک بیک پینترہ بدل کر "وطنی قومیت" اور سیکولرزم کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ادھر پاکستان میں بھی یہ اعلان کیا گیا کہ "اب پاکستان میں سیاسی اعتبار سے نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان' بلکہ سب پاکستانی بن جائیں گے!" ــــ اور ادھر بھارت میں بھی مسلمانوں نے "عافیت" اسی میں سمجھی کہ جداگانہ قومیت کے دعوے سے دستبردار (بلکہ مستعفی) ہو کر بھارتی سیکولرزم اور نیشنلزم کے دامن میں پناہ لے لی جائے!

پاکستان میں ۱۹۴۹ء میں منظور شدہ "قرارداد مقاصد" نے اس غلطی کی جزوی تلافی کی کوشش کی تھی ــــ لیکن اسے جلد ہی اس غلط حکمت عملی نے بالکل غیر موثر کر کے رکھ دیا کہ "اقامت دین" کی داعی سب سے بڑی آئیڈیالسٹ جماعت "پاکستانی قومیت" کا لبادہ اوڑھ کر انتخابی سیاست کے اکھاڑے میں داخل ہو گئی ــــ جس کے نتیجے میں ابتداء تو وہ "اصولی اسلامی' انقلابی جماعت" کی بجائے صرف "اسلام پسند' قومی سیاسی جماعت" ہی بنی لیکن رفتہ رفتہ نوبت خالص "پاکستانی قوم پرستی" تک پہنچ گئی۔ اگرچہ نعرہ اسلام ہی کا لگایا جاتا رہا۔ اور پھر اس سیاسی نعرہ بازی والے اسلام اور عملی سیکولرزم کے مابین جو رسہ کشی اس ملک میں ہوئی اس میں رفتہ رفتہ صورت یہ بن گئی ہے کہ اسلام کی قوت و مقاومت اب خطرناک حد تک کم ــــ اور سیکولرزم کا پلڑا فیصلہ کن حد تک بھاری ہو چکا ہے! اور یہ بات میں نے یہاں متعدد بار ڈنکے کی چوٹ کہی ہے کہ اگر اس صورتحال میں جلد کوئی بنیادی تبدیلی نہ آئی اور مسلمانان پاکستان نے قوم یونس کی سی توبہ نہ کی تو یہ ملک دنیا کے نقشے سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا!

ادھر بےچارے بھارتی مسلمانوں کا معاملہ "تو شکست خوردگی" کا بھی تھا۔ لہٰذا اگر انہوں نے بالاتفاق اور "بالاجماع" "مسلم قومیت کے موقف سے تائب و دستبردار ہو کر کھلم کھلا انداز میں بھارتی سیکولرزم ــــ اور ابتداء قدرے خفی انداز میں اور رفتہ رفتہ بہ بانگ دہل بھارتی نیشنلزم کا بھی روپ دھار لیا تو ہرگز کسی تعجب کی بات نہیں ہے!

یہ دوسری بات ہے کہ میرے تجزیئے کے مطابق ع "مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمال نے نوازی!" کے مصداق یہ حکمت عملی مسلمانان بھارت کے لئے بھی ہرگز مفید نہیں بلکہ مضر ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کا احساس اجاگر کرنے کے لئے میں نے ۱۹۹۰ء میں اپنی بھارت یاترا کے دوران اولاً حیدر آباد دکن میں مقامی صحافی اور دانشور حضرات سے بھی بات اور مولانا علی میاں مدظلہ کے ایک عزیز ڈاکٹر سلمان ندوی صاحب سے بھی گفتگو کی جو وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور ان کے ذریعے اپنی بات مولانا علی میاں تک

پہنچانے کی کوشش کی۔ اور پھر دہلی میں جماعت اسلامی کے مرکزی دفتر میں حاضری دے کر وہاں موجود زعماء سے بھی بات کی اور جیسے کہ پہلے عرض کر چکا ہوں' آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر آپ کے سامنے بھی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی کوشش کی —— لیکن ہر جگہ یہی محسوس ہوا کہ بھارتی مسلمان "بالاجماع" سیکولرزم ہی کو اپنی واحد پناہ گاہ اور سیاسی حکمت عملی کی حیثیت سے اختیار کر چکے ہیں! —— جس پر' مجھے اچھی طرح یاد ہے' میری زبان سے یہ تلخ جملے بھی نکلے تھے کہ کتنی بڑی بے اصولی کی بات ہے کہ آپ حضرات کے نزدیک بھی واہگہ کے اس جانب تو سیکولرزم نہایت محبوب و مطلوب نظام ہے' جبکہ واہگہ کے اس پار (یعنی پاکستان میں) سیکولرزم کفر اور شرک کی حیثیت رکھتا ہے اور بے نظیر بھٹو اسی لئے مبغوض و مردود ہے کہ وہ سیکولرزم کی علمبردار ہے!!

اس وقت آپ کے سامنے پاکستان کا رونا رونے سے تو کچھ حاصل نہیں ہے۔ البتہ آپ سے بھارت کے ضمن میں ضرور گزارش ہے کہ ذرا غور فرمایئے کہ مسلمانوں کو بھارت کے سیکولر دستور نے جو برابر کی شہریت عطا کی ہے اس سے انہیں بالفعل کیا فائدہ پہنچا؟۔ اور آیا "ایک انسان ایک ووٹ" کا اصول بھارتی مسلمانوں کے لئے کسی بھی درجہ میں مفید ثابت ہو سکا؟ میری محدود معلومات کی حد تک تو حیدر آباد شہر اور کیرالا کی ایک دو سیٹوں کو چھوڑ کر بھارت میں مخلوط انتخاب کے اصول پر صرف وہی مسلمان منتخب ہو سکتے ہیں جو نام اور عقیدے' اور زیادہ سے زیادہ بعض تعبدی اور معاشرتی رسومات کے سوا بقیہ پوری ثقافت اور کلچر کے اعتبار سے صدفی صد "ہندی" (یا بقول سرسید احمد خاں مرحوم "ہندو"؟) بن چکے ہوں۔ اور جن سے اگر کوئی وزارت کے منصب تک پہنچ جائے تو اس بنا پر مستعفی ہو جائے کہ حکومت وقت نے مسلمانوں کے پرسنل لاء کے تحفظ کی ضمانت والا قانون کیوں بنوا دیا! —— اس سے بھی آگے بڑھ کر میرے علم کی حد تک بھارت کا مسلمان ووٹ ایک "SOLID VOTE BANK" کی حیثیت سے پورے پچاس سال کے دوران صرف ایک بار جبری نس بندی کے خلاف ردعمل کے طور پر استعمال ہوا جس کے نتیجے میں آنجہانی اندرا گاندھی الیکشن ہار گئیں —— لیکن پھر اس کا فوری نتیجہ تو یہ برآمد ہوا کہ اگلے ہی الیکشن میں موصوفہ ایک "ہندو دیوی" کی صورت میں سامنے آئیں اور اس طرح "ہندو کارڈ" استعمال کر کے الیکشن جیت لیا۔ لیکن اس پورے معاملے کا اصل اور دیرپا نتیجہ یہ نکلا کہ "ہندو فنڈامنٹلزم" کا جن بوتل سے باہر آ گیا۔ اور اسی وقت سے بی جے پی بھارت کے سیاسی منظر پر نمایاں ہونی شروع ہو گئی۔ تا آنکہ اب وہ بھارت کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے۔ اور خود انڈین نیشنل کانگرس اس کے سامنے بھیگی بلی بنی ہوئی ہے۔

اس کے برعکس اگر مسلمانان بھارت اپنے سابق موقف پر قائم رہتے کہ ہماری قومیت کی اساس ہمارے دین پر قائم ہے اور ہم کسی وطنی قومیت میں ضم یا گم نہیں ہو سکتے لہٰذا یا تو ہمیں جداگانہ انتخاب کا حق دیا جائے —— ورنہ ہم آپ کے قومی سیاسی عمل میں شریک ہی نہیں ہوتے۔ ہمیں ایک "MINORITY" تسلیم کرتے ہوئے ہمارے بین الاقوامی سطح پر مسلم حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی جائے —— اس صورت میں اولاً —— تو اس بنا پر کہ ہندوؤں کے پاس کوئی نظریہ یا نظام ہے ہی نہیں' یہاں تک کہ شمال اور جنوب کے ہندوؤں کے "عقائد" میں بھی بہت فرق و تفاوت ہے' پھر ذات پات کی تقسیم ان سب پر مستزاد ہے' لہٰذا سیکولرزم ان کی ناگزیر ضرورت ہے اور ع "کافر نتوانی شد' ناچار مسلمان شو" کے برعکس' ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چار و ناچار سیکولرزم ہی کو اختیار کرنے پر مجبور ہیں! لہٰذا مسلمانان بھارت ان جملہ فوائد سے پوری طرح متمتع ہوتے جو انہیں اب حاصل ہیں۔ (بالکل ایسے جیسے امریکہ کے یہودیوں نے اپنے تحفظ کے لئے وہاں سیکولرزم کو مستحکم کیا اور مساوی انسانی حقوق کے مضبوط قوانین بنوائے —— جن کا بھرپور فائدہ اب مسلمان آباد کاروں کو بھی پہنچ رہا ہے!) —— ثانیاً اگر کبھی بھارت کی مسلم اقلیت پر زیادتی ہوتی تو انہیں عالمی برادری اور عالمی اداروں کی پشت پناہی نہیں' تو بھی کم از کم تائید اور امداد ضرور حاصل ہوتی!

میں اپنی یہ پوزیشن تو ہرگز نہیں سمجھتا کہ بھارتی مسلمانوں کو کوئی مشورہ دوں' تاہم "ہذا ما عندی والعلم عند اللہ!" کے مطابق اصحاب فکر و فہم اور ارباب علم و دانش کی خدمت میں اپنی حقیر رائے پیش کرنے میں کوئی قباحت بھی محسوس نہیں کرتا۔ اس کے بعد ظاہر ہے کہ یہ آپ حضرات ہی کے طے کرنے کی بات ہے۔

البتہ جو رد و قدح آپ کے اور بھارت کے قیام خلافت کے علمبرداروں کے مابین ہوئی اس کا جتنا سا حصہ میرے علم میں ایک دو مضامین کے ذریعے آیا ہے اس کے ضمن میں عرض ہے کہ :

۱۔ آپ کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے کہ اس صدی کے آغاز کی عظیم "تحریک خلافت" ہرگز قیام خلافت یا احیاء خلافت کے لئے نہیں تھی' بلکہ اس کی اصل حیثیت خلافت عثمانیہ کے خلاف اس سازش اور ریشہ دوانی کے خلاف صدائے احتجاج کی تھی جو علامہ اقبال کے اس قول کے مطابق کہ ع "فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے!" یہودیوں کے آلہ کار کے طور پر؟ حکومت برطانیہ کر رہی تھی۔ (جس کا سب سے بڑا اور نمایاں مظہر ۱۹۱۷ء کا اعلان بالفور تھا۔) اور اس "تحریک خلافت" میں گاندھی جی سمیت ہندو قوم نے اس لئے حصہ لیا تھا کہ اس میں انگریز کی مخالفت کا عنصر موجود تھا!

۲۔ اسی طرح مولانا غطریف شہباز ندوی کا یہ فرمانا بھی خلاف واقعہ ہے کہ : "خلافت عثمانیہ جب یہودیوں اور انگریزوں کی سازشوں کا شکار ہو کر زوال پذیر ہونے لگی تو ساری دنیا کے مسلمانوں نے اس کے بقا اور تحفظ اور احیاء (؟) کے لئے صدائے احتجاج بلند کی..." جبکہ واقعہ یہ ہے یہ احتجاجی تحریک صرف برعظیم ہندو پاک میں چلی تھی' عرب تو اس وقت خود ہی انگریزوں کے آلۂ کار بن گئے تھے' ادھر ایران کی ترکوں سے قدیم دشمنی چلی آ رہی تھی —— بقیہ عالم اسلام میں بھی کم از کم میری محدود معلومات کی حد تک کوئی نمایاں احتجاجی تحریک نہیں چلی!

۳۔ بھارت میں نظام خلافت کے قیام کے علمبرداروں کو اپنی دعوت و تحریک کا رخ مذہبی یعنی اعتقادی اور رسوماتی امور کی بجائے عدل و قسط پر مبنی

سیاسی، اقتصادی اور عمرانی نظام۔ (Just Politico-Socio-Economic Order) کے قیام کی جانب موڑنا چاہئے۔ اور اسلام کو ایک نظام عدل اجتماعی کی حیثیت سے پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ دراصل یہی پہلو ہے جس کی جانب مہاتما گاندھی نے بار بار حضرت عمرؓ کا حوالہ دے کر اشارہ کیا۔ اس ضمن میں جس بات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس سے کہیں اہم تر واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں جب ہندوستان میں پہلی بار صوبائی وزارتیں بنیں، جو سب کی سب کانگرس ہی کی تھیں، تو زندگی میں پہلی بار قلمدان وزارت سنبھالنے والے لوگوں (یعنی "تازہ واردان بساط ہوائے دل") کی رہنمائی کے لئے جو مضمون گاندھی جی نے "ہریجن" میں لکھا اس میں صاف طور پر کہا کہ "میں آپ لوگوں کے سامنے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی مثال پیش کرتا ہوں!"

ایک منفی اور عبرت انگیز انداز میں یہی بات گاندھی جی سے ایک اور واقعہ کے ضمن میں منقول ہے۔ یہ واقعہ مجھے غالباً ۱۹۸۲ء میں حیدر آباد دکن میں ایک ایسے صاحب نے سنایا تھا جو کافی عرصہ قبل عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبہ پولیٹیکل سائنس کے سربراہ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے (افسوس کہ ان کا نام مجھے یاد نہیں رہا!) —— وہ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۱۷ء میں جب ابھی دارالعلوم علی گڑھ صرف کالج تھا یونیورسٹی نہیں بنا تھا' (اور اس واقعے کے راوی خود وہاں زیر تعلیم تھے) ایک روز شور سا مچ گیا کہ "گاندھی جی آئے' گاندھی جی آئے!" چنانچہ طلبہ جمع ہو گئے اور جب گاندھی جی نے ہاسٹل کا چکر مکمل کر لیا تو ان سے خطاب کی فرمائش کی گئی جس پر انہوں نے پہلے تو ہمیں یہ خوشخبری دی کہ آپ کے کالج کے یونیورسٹی بننے کا فیصلہ ہو گیا ہے —— بعد ازاں فرمایا: "اگر آپ کا کالج یا یونیورسٹی صرف ایک حضرت عمرؓ پیدا کر دے تو بھی بہت بڑی بات ہو گی' لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ ایسا ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے کہ میں نے آپ کے کمروں کو دیکھ لیا ہے کہ وہ قالینوں اور صوفوں سے مزین ہیں!" —— چنانچہ میرا گمان واثق یہ ہے کہ غالباً اسی واقعے کی خبر کسی ذریعے سے علامہ اقبال کو پہنچی ہو گی جس پر انہوں نے وہ نظم کہی جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

ترے صوفے ہیں افرنگی ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا' شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زور حیدریؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ

۴۔ میرے اور "احیاء خلافت علیٰ منہاج النبوت" کے دیگر علمبرداروں کے "تصوریت پسندانہ" (IDEALISTIC) نقطۂ نظر سے خلافت کے قیام یا احیاء کے اعتبار سے مسلمانوں کا کسی ملک میں اقلیت یا اکثریت میں ہونا بالکل بے معنی ہے۔ اس لئے کہ موجودہ پوری دنیا پر مغرب کی مادہ پرستانہ اور لادینی تہذیب کا غلبہ و استیلاء جس قدر شدید اور ہمہ گیر ہے اس کے پیش نظر کسی صد فی صد مسلمان آبادی والے ملک میں بھی نظام خلافت کا قیام کم و بیش اتنا ہی مشکل اور محنت و ایثار طلب ہے جتنا کسی مسلم اقلیت ہی نہیں خالص غیر مسلم آبادی والے ملک میں ہو سکتا ہے —— بلکہ میرے نزدیک تو یہ عین ممکن ہے کہ دست قدرت موجودہ پوری نام نہاد امت مسلمہ اور جملہ نام نہاد اسلامی ممالک و اقوام کو "رد" (Reject) کر کے الفاظ قرآنی :- "یستبدل قوما غیرکم" (محمدؐ : ۳۸) کے مطابق اسلام کا علم کسی خالص غیر مسلم لیکن زندہ و بیدار' اور "خود آگاہ و خدا مست" قوم کے حوالے کر دے' اور تاریخ عالم میں دوسری مرتبہ بالکل وہی کیفیت پیدا ہو جائے جو آج سے لگ بھگ سات سو سال قبل پیدا ہوئی تھی جس کا نقشہ علامہ اقبال نے اس شعر میں کھینچا ہے کہ ؎ ہے عیاں فتنہ تاتار کے افسانے سے۔ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے! (بعض حضرات شاید کسی غیر مسلم قوم کے لئے "خود آگاہ و خدا مست" کے الفاظ پر ناک بھوں چڑھائیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ "اسلام" کا تعلق اصلاً نبوت محمدیؐ پر ایمان سے ہے اور کوئی قوم جو "غیر مسلم" تو اس لئے قرار پائے کہ آنحضورؐ پر ایمان نہ رکھتی ہو' لیکن اگر "موحد" ہو تو خود آگاہ بھی ہو سکتی ہے' اور خدا مست بھی!)

۵۔ تاہم اگر ایک بار کسی ایک SIZABLE ملک میں وہ نظام عدل و قسط قائم ہو گیا تو پورا عالم انسانی بالکل "ففروا الی اللہ" کی سی شان کے ساتھ اس کی جانب کھنچ آئے گا۔ اس لئے کہ اس وقت پوری نوع انسانی بہت DESPERATELY کسی JUST SOCIAL ORDER کی تلاش میں ہے اور بقول اقبال ابلیس لعین کو سب سے بڑی تشویش یہی لاحق ہے کہ ؎ "عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف۔ ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبرؐ کہیں!"

ہاں! اسلام کی جانب اس عام دوڑ میں ظاہر ہے کہ مسلم اکثریت والے ملکوں کے سبقت لے جانے کا احتمال بھی ہو گا۔ اور مسلم اقلیت والے ممالک میں بھی اگر مسلمانوں نے اپنا دعوتی عمل جاری رکھا تو اس سے اس "رجوع الی الفطرت" "فطرہ اللہ التی فطر الناس علیھا" (الروم : ۳۰) کے عمل میں یقیناً مدد ملے گی۔ تا آنکہ وہ صورت پیدا ہو کر رہے گی جس کی پیشین گوئی متعدد احادیث صحیحہ میں نبی اکرم ﷺ کی جانب سے وارد ہوئی ہے —— یعنی کل عالم انسانیت پر غلبہ دین حق اور کل روئے ارضی پر خلافت کے نظام کا قیام جس کا نقشہ ترجمان فطرت علامہ اقبال نے ان اشعار میں کھینچا ہے ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

فقط والسلام مع الاکرام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

قرآنی حکم "کونوا مع الصادقین" کی برکات کا عملی مشاہدہ (۲)

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے حالیہ دورۂ سرحد کی واقعاتی اور تاثراتی رپورٹ

از قلم : نعیم اختر عدنان

تقریباً ۸ بجے صبح ہمارا قافلہ مردان سے مینگورہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ درگئی' مالاکنڈ' بٹ خیلہ' چکدرہ جیسے مشہور مقامات کے بعد دو گاڑیوں پر مشتمل قافلہ مینگورہ کی گراسی گراؤنڈ پہنچا۔ ایک گاڑی میں امیر محترم کے ساتھ جناب ڈاکٹر اقبال صافی' جناب وارث خان اور میجر فتح محمد خان کے صاحبزادے جنہیں امیر محترم نے "نیم کس" کا نام دیا سوار تھے جب کہ دوسری گاڑی میں ڈاکٹر عبدالخالق' شیخ رحیم الدین' طارق خورشید' شعیب اور راقم تھے۔ مولانا غلام اللہ حقانی اور دیگر رفقاء نے امیر محترم کا استقبال کیا۔ جلسہ گاہ اور دعوتی کیمپ کا معائنہ کرنے کے بعد ہم اپنی قیام گاہ "رائل پیلس ہوٹل" پہنچے۔ نماز ظہر اور کھانے سے فراغت کے بعد عصر تک کے لئے قیلولہ کی سنت ادا کی۔ نماز عصر کے بعد مقامی علماء کرام ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ امیر محترم نے شیخ الہند کی مجاہدانہ خدمات کا بطور خاص تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں کسی ایسے شخص کو مجدد تسلیم نہیں کرتا جو نہ تو جیل گیا ہو اور نہ ہی اس نے باقاعدہ قتال میں حصہ لیا ہو۔ مولانا موصوف نے سیدو شریف میں گورنمنٹ کے زیر انتظام قائم دار العلوم کے نصاب اور دیگر شعبوں کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ مولانا موصوف نے امیر تنظیم اسلامی کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں اپنی کامل تائید کا یقین دلایا۔ امیر محترم نے انہیں احادیث نبویہ کی روشنی میں "خراسان" کی اہمیت اور کردار سے آگاہ کیا۔ امیر محترم نے فرمایا کہ پہلی دفعہ اسلام کا غلبہ عربوں کی زیر قیادت ہوا' دوسری بار ترکوں کی زیر قیادت اسلام کو عروج حاصل ہوا اور اب تیسری اور آخری مرتبہ اسلام کے عالمی غلبہ کی تحریک کا آغاز "خراسان" کے علاقے سے ہو گا۔ نماز مغرب اور عشاء کے مابین شدید بارش ہوئی۔ گراسی گراؤنڈ میں مقیم حلقہ سرحد کے رفقاء کو وقتی طور پر کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا' تاہم گراؤنڈ میں موجود پختہ سٹیج کی چھت کے نیچے رفقاء نے اپنا ڈیرہ جما لیا۔ تمام رفقاء سے نام بنام امیر محترم نے تفصیلی تعارف حاصل کیا' امیر محترم کے ہمراہ آنے والے رفقاء کا تعارف بھی کرایا گیا۔ تعارفی نشست کے بعد امیر محترم نے حلقہ سرحد کے رفقاء کے ہمراہ رات کا کھانا تناول فرمایا۔ حلقہ سرحد کے رفقاء نے یہ رات پریشانی کے عالم میں بسر کی۔ وجہ یہ تھی کہ ساری رات آسمان پر گہرے بادل چھائے رہے جس سے یہ خدشہ تھا کہ کہیں ہمارا جلسہ عام بارش کی نذر ہی نہ ہو جائے۔

اگلے روز دن کے ساڑھے نو بجے جلسہ عام کا آغاز جناب شاہد مجید کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ سٹیج پر امیر محترم کے علاوہ میجر (ر) فتح محمد' ڈاکٹر اقبال صافی' مولانا غلام اللہ حقانی' ڈاکٹر عبدالخالق' وارث خان' شاہد مجید اور مولانا حضرت گل تشریف فرما تھے۔ مولانا غلام اللہ حقانی اور مولانا حضرت گل نے پشتو زبان میں نظام خلافت کی برکات اور غلبہ دین کے طریق کار کی مختصراً وضاحت کی۔ شاہد مجید نے اسلامی جمعیت طلبہ سے "خروج" اور تنظیم اسلامی میں شمولیت کی داستان بیان کی۔ جناب وارث خان نے امیر محترم کو دعوت خطاب دی۔ آپ نے فرمایا قرآن و حدیث کی روشنی میں مستقبل میں لازماً دین کا غلبہ ہو گا اور نظام خلافت پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا۔ امیر محترم نے انسان کو عطا کردہ خلافت اور اس کی ذمہ داریوں کے حوالے سے کہا کہ انسانوں کے آگے پوری کائنات کو مسخر کر دیا گیا ہے چنانچہ انسانوں کو خالق کائنات کے آگے "مفتوح" ہو جانا چاہئے۔ نبوت و رسالت کے زمانہ میں وقت کا نبی اور رسول ہی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا تھا مگر اب ختم نبوت کے بعد خلافت انفرادی کی بجائے اجتماعی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور یہ عظیم منصب امت مسلمہ کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

ماضی میں انبیاء کی بادشاہت ہوتی تھی' جیسے داؤدؑ اور سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و بادشاہ تھے جب کہ نمرود و فرعون کفر کی شہنشاہی کے علمبردار تھے۔ دور حاضر میں ماضی کی انفرادی حاکمیت کو عوامی حاکمیت یعنی جمہوریت کا نام دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ جس طرح اب انفرادی بادشاہت عوامی حاکمیت میں تبدیل ہو گئی ہے بالکل اسی طرح اب انفرادی خلافت بھی اجتماعی خلافت میں بدل گئی ہے۔ اہل تشیع نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر پردے ڈال دیئے ہیں جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے از سر نو ظاہر کرنے کے لئے ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھی۔ آنحضورؐ کے مقصد نبوت و رسالت کی وضاحت کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ آپؐ کا مقصد بعثت نہ تو صرف دین کی تبلیغ و تعلیم تھا اور نہ ہی محض تزکیہ و تربیت تھا بلکہ پورے دین کا غلبہ آپ کا مشن تھا۔ عربی و عجمی گورے اور کالے' مرد اور عورت' پڑھے لکھے اور ان پڑھ آپ سب کے نبی بن کر آئے لہٰذا پوری دنیا پر غلبہ اسلام کے بغیر حضورؐ کا مقصد بعثت شرمندۂ تکمیل ہی رہے گا۔ بقول اقبال ؎

وقت فرصت ہے کہاں' کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

آج امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کو نافذ کرنے سے گریز و انحراف اختیار کرنے کی وجہ سے باغی اور نافرمان بن چکی ہے اور ہم انفرادی حیثیت سے اگرچہ مسلمان ہیں مگر اجتماعی حیثیت سے ہم عملاً کافر ہو چکے ہیں۔ پارلیمنٹ میں شریعت کی حکمرانی نہیں' عدلیہ میں قرآن و سنت کی بالادستی نہیں' سٹیٹ بنک میں دین کے احکامات نافذ العمل نہیں' منڈی میں اسلامی تعلیمات کا عمل دخل نہیں' گھروں میں خاندان اور برادری کا راج قائم ہے' قانون وراثت بھی قبائلی رواج پر مبنی ہے اور تو اور مسجد جو خدا کا گھر ہے وہاں بھی "چودھری" یا "مولوی" کا راج ہے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا جھنڈا بلند کرنا آسان کام نہیں ہے۔ نظام خلافت کو برپا کرنے ہی سے خلاف شریعت قوانین ملیامیٹ ہوں گے' سودی نظام کا جنازہ نکلے گا اور جاگیرداری نظام کا بیڑا غرق ہو گا۔ جزوی شریعت اور ادھورے دین کی وعظ و تبلیغ کرنا اور اس کے نفاذ کا مطالبہ کرنا اور بات ہے جب کہ پورے دین کو بیان کر کے اس کی اقامت کی جدوجہد کرنا بالکل جداگانہ شے ہے ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور' مجاہد کی اذاں اور

کے مصداق میدان جہاد میں تکبیر کی صدائیں بلند کرنے اور انگریزوں کی فوجی چھاؤنیوں میں اللہ اکبر کہنے میں زمین و آسمان کا فرق و تفاوت ہے۔ اللہ اکبر کلمہ بغاوت ہے' جس کا ماننے والا اللہ کے قانون کے علاوہ کسی اور نظام یا قانون پر راضی ہو ہی نہیں سکتا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نواب' خان' چودھری' راجے اور وڈیرے ملک کے تمام وسائل پر قابض ہیں' انہی کی اولاد فوجی آفیسر بنتی ہے' انہی کے بھانجے اور بھتیجے سی ایس پی آفیسر بنتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ ظالمانہ اور استحصالی نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے ہمیں اٹھ کھڑا ہوگا تاکہ اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جاسکے۔ بھارت کشمیری مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے مگر ہماری فوج خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ ہماری شہ رگ دشمنوں کے قبضے میں ہے مگر اسی دشمن سے ہماری حکومت تجارتی اور دوستی کے معاہدے کرنے کے لئے بے چین ہے۔

امیر محترم کے پرجوش خطاب کے بعد سوال وجواب کی بھرپور نشست منعقد ہوئی۔ بعد ازاں ۱۲۴ احباب نے امیر محترم کے دست حق پرست پر اقامت دین کی جدوجہد میں جان ومال لگانے اور ہجرت وجہاد کے معرکے سر کرنے کی بیعت کی۔ گراسی گراؤنڈ میں منعقدہ جلسہ عام کی حاضری محتاط اندازے کے مطابق سات سو سے زائد تھی۔

یہاں بھی حسب معمول مکتبہ لگایا گیا جس میں لوگوں نے اپنی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ جلسہ کا باقاعدہ اختتام امیر محترم کی دعا کے ساتھ ہوا۔ احباب کو دعوت دی گئی کہ نماز عصر سے عشاء کے مابین تک کا وقت امیر محترم نے خصوصی ملاقاتوں کے لئے فارغ کر رکھا ہے لہٰذا مزید معلومات کے لئے احباب ڈاکٹر صاحب سے مذکورہ اوقات میں ملاقات کر سکتے ہیں۔ ملاقات کے لئے بہت سے احباب تشریف لائے۔ منگورہ میں ہوٹل کے قیام کے جملہ اخراجات جناب ڈاکٹر صافی نے ادا کئے جب کہ کھانا کھلانے کی ذمہ داری ہمارے دیرینہ کرم فرما جناب عبدالباری صاحب نے ادا کی۔ موصوف نے انتہائی محبت وخلوص کے ساتھ امیر محترم اور رفقائے تنظیم اسلامی کی مہمان نوازی فرمائی' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس خلوص واخلاص کا اجر اپنی جناب سے کئی گنا بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔

اگلی صبح عبدالباری صاحب کے پرتکلف وپرخلوص ناشتے کے بعد منگورہ سے پشاور کے لئے روانگی ہوئی۔ امیر محترم مردان میں مولانا گوہر رحمان سے ملاقات کے لئے مدرسہ تفہیم القرآن بطور خاص تشریف لے گئے۔ مولانا محترم درس ترمذی" میں مصروف تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے کمال مہربانی فرما کر امیر محترم کا نہ صرف استقبال کیا بلکہ انہیں الوداع کہنے کے لئے مدرسہ کے مین گیٹ تک تشریف لائے۔ مولانا گوہر رحمٰن دو دفعہ امیر محترم کی خصوصی دعوت پر لاہور تشریف لا کر تنظیم اسلامی کے اجتماعات میں خطاب فرما چکے ہیں۔

پشاور کے نشتر ہال میں نماز مغرب کے بعد "اسلام' پاکستان اور موجودہ حالات" کے زیر عنوان جلسہ کا پروگرام منعقد ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وسیع وعریض ہال اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تنگ دامانی کا شکار ہو گیا چنانچہ رفقاء کو کرسیاں چھوڑ کر سٹیج پر بیٹھنے کا حکم دیا گیا۔ پروگرام میں خواتین کی شرکت کا بھی بطور خاص اہتمام کیا گیا تھا' چنانچہ چالیس کے قریب خواتین نے امیر محترم کا خطاب سنا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب وارث خان نے ادا کئے' جب کہ سٹیج پر امیر حلقہ جناب میجر فتح محمد اور صدر انجمن جناب ڈاکٹر اقبال صافی اور ڈاکٹر عبدالخالق تشریف فرما تھے۔ جناب وارث خان نے انجمن کے اغراض ومقاصد کا بھرپور انداز میں تعارف کرواتے ہوئے لوگوں کو دعوت فکر دی۔ قاری مظفر اللہ نے اپنی خوبصورت آواز میں سورۂ توبہ کی آیات کی تلاوت کی۔ اس خطاب کا درج ذیل پریس ریلیز تیار کر کے اخبارات کو بھجوایا گیا۔

"امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے نشتر ہال پشاور میں "اسلام' پاکستان اور موجودہ حالات" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگرچہ پوری قوم نے ملک کے پچاس سالہ قیام کے موقع پر گولڈن جوبلی کا جشن بڑے جوش وخروش سے منایا ہے مگر پاکستان کے بنیادی نظریئے کے بارے میں جس قدر غلط فہمی اور ابہام اس وقت پیدا ہو گیا' پہلے کبھی نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا قیام پوری دنیا میں رائج الوقت سیکولرازم اور وطنی قومیت کے نظریات کے برخلاف مذہبی قومیت کے جذبہ محرکہ کے تحت عمل میں آیا تھا' مگر اس وقت ملک میں اسلام کے فروغ کی بجائے سیکولر عناصر اور قومیت پرستوں کا تسلط قائم ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ تحریک پاکستان کے دوران اگر مسلم لیگ کی قیادت اسلام کا نعرہ نہ لگاتی تو اسے برصغیر کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت کبھی حاصل نہ ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا۔ چنانچہ پاکستان کے استحکام کی واحد بنیاد حقیقی اسلام کا نفاذ ہے۔ لہٰذا وطنی اور لسانی قومیت کا کوئی تصور پاکستان کے استحکام کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ پاکستانی قومیت نہ گزشتہ پچاس سال میں وجود میں آسکی ہے اور نہ آئندہ کبھی وجود میں آسکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وطنی قومیت کا تصور مسلمانوں میں کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نظام خلافت کے قیام کو نصب العین بنا کر ہی پاکستان کو مضبوط اور مستحکم بنایا جا سکتا ہے' اس کے علاوہ ملک کے استحکام کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

انہوں نے کہا اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے ذریعہ دنیا کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ مگر مصور پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائد اعظم نے دوٹوک الفاظ میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کو تحریک پاکستان کا مقصد قرار دیا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان میں خلافت کا عادلانہ نظام قائم کر کے اسے پوری دنیا کے لئے "لائٹ ہاؤس" بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے مذہبی سیاسی جماعتوں کو الیکشن کی سیاست سے الگ ہو کر احتجاجی تحریک کی صورت میں انقلابی جدوجہد کرنی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت شدید خلفشار کا شکار ہے۔ جو نفاذ اسلام کے وعدہ سے انحراف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نفاذ اسلام سے روگردانی کرنے کی وجہ سے پاکستانی قوم دنیا کی سب سے بڑی منافق قوم کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور ملک کا دستور منافقت کا پلندہ بن چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران جماعت اور اپوزیشن پارٹیوں کے سرکردہ افراد اور بیوروکریسی کرپٹ ہو چکی ہے۔ پوری قوم کا کردار جھوٹ اور بددیانتی کی علامت بن چکا ہے۔ سیاست دانوں کی لوٹ مار کی وجہ سے ملک دیوالیہ ہو کر عالمی مالیاتی اداروں کا غلام بن چکا ہے اور سودی نظام کی خباثت کی وجہ سے عوام ظالمانہ نظام کی چکی میں پس رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عالمی قوتیں پاکستان کے وجود کو ختم کرنے کی سازش کر رہی ہیں مگر عنقریب پاکستان اور افغانستان کی سرزمین نظام خلافت کا گہوارہ بن کر اسلام کے عالمی غلبے کی تمہید بنے گی اور یہود ونصاریٰ کی تمام سازشیں ناکام ہو جائیں گی۔"

اگلے دن صبح ۱۰ بجے قرآن سوسائٹی الخیر یونیورسٹی پشاور کے زیر اہتمام "اسلامی انقلاب کا مفہوم' ضرورت اور قیام کا طریق کار" کے موضوع پر امیر محترم کے خطاب کا پروگرام ہوا۔ امیر محترم کے خطاب سے پہلے آپ کی خدمات کا تفصیلی تعارف کروایا گیا' تین سو کے قریب طلباء وطالبات نے داعی قرآن کا پرجوش' مدلل اور دعوت فکر وعمل سے بھرپور خطاب دل کے کانوں سے سنا۔ خطاب کے بعد سوال وجواب کی مختصر نشست منعقد ہوئی۔ امیر محترم نے حلقہ سرحد کے دورہ کے دوران جتنے خطابات فرمائے ان کو سن کر نہ صرف راقم کے جذبہ ایمانی کو جلا حاصل ہوئی بلکہ عمل کے داعیہ کو بھی مہمیز ملی ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

رفقاء واحباب نے خود داعی تحریک خلافت کی زبانی

علامہ اقبال کا یہ شعر کئی مرتبہ سنا ہو گا۔ غلبہ دین حق کو عملاً دیکھنے والی ہر آنکھ اور نظام خلافت کے قیام کی متلاشی و مضطرب روحوں کو امیر محترم کی ذات میں "اسلاف کا قلب و جگر" موجزن دکھائی دیتا ہے تبھی تو رجوع الی القرآن کے داعی کو سننے اور دیکھنے کی تڑپ اور خواہش ہر جگہ مچلتی نظر آتی ہے۔ الخیر یونیورسٹی پشاور میں امیر محترم کے خطاب کا تیار کردہ پریس ریلیز درج ذیل ہے :

"امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے الخیر یونیورسٹی کے زیر اہتمام "اسلامی انقلاب اور اس کے قیام کا طریق کار" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کا واحد کامل اسلامی انقلاب حضور ﷺ نے برپا کیا جس کے نتیجے میں سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظام سمیت انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں میں تبدیلی آگئی۔ چنانچہ نبی اکرمؐ نے اسلام کا عادلانہ نظام قائم کر دیا جسے خلافت راشدہ کے دور میں دنیا کے اکثر حصے پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ آسمانی ہدایت کا مقصد اصلی دنیا میں عادلانہ نظام کا قیام ہے چنانچہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کرے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ موجودہ باطل اور استحصالی نظام کے خاتمے کے بغیر دین سے محبت اور آخرت میں نجات ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی نظام قائم نہ کرنے کی وجہ سے امت مسلمہ عذاب خداوندی سے دوچار ہے چنانچہ آج مسلمان ذلت اور معاشی و سیاسی غلامی کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ امت مسلمہ اسلام کی نمائندگی کرنے کی بجائے کافرانہ نظام پر عمل پیرا ہے۔ اسی جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو ذلت و رسوائی سے دوچار کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ افرادی قوت اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود عالمی سیاست میں مسلمان ممالک کی حیثیت "زیرو" سے زیادہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ موجودہ ذلت اور غلامی کے جال سے نکلنے کا واحد راستہ اسلامی ریاست کا قیام ہے۔ اس کے بغیر اسلامی نظام عدل کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کا مالیاتی نظام نئے دور کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہے جس نے پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک کو مالیاتی شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے قیام کا اصل مقصد عادلانہ نظام کا قیام تھا جسے پورا کئے بغیر قیام پاکستان اور استحکام پاکستان کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان کی تقدیر اسلام سے وابستہ ہے۔ اگر پاکستان میں شریعت کو سپریم لاء نہ بنایا گیا تو ملک کے کئی ٹکڑے ہو جائیں گے اور ہم ماضی کی طرح پھر غلامی کا شکار ہو جائیں گے۔ اسلامی انقلاب کے طریقہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ محض مذہبی وعظ کی بجائے اسلام کے عادلانہ نظام کی بنیاد پر اسلامی انقلابی جماعت قائم کی جائے' اس جماعت کے ذریعے مروجہ انتخابی سیاست اور اقتدار کی کشمکش سے علیحدہ رہتے ہوئے' بیعت یافتہ کارکنوں کے ذریعے باطل نظام کے علمبردار اور نمائندہ اداروں کا گھیراؤ کر کے باطل نظام کا "پہیہ جام" کر کے اسلامی انقلاب برپا کرنا ہو گا۔ اس انقلابی جدوجہد میں پرامن اور غیر مسلح جدوجہد کے ذریعے باطل نظام کے علمبرداروں کے ظلم و تشدد کا مقابلہ کرنا ہو گا۔"

حلقہ سرحد کے چھ روزہ دعوتی دورے کا آخری پروگرام رفقاء سے ملاقات پر مبنی تھا۔ امیر محترم نے حلقہ سرحد کے رفقاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ملاکنڈ کا علاقہ نہ صرف فرقہ واریت سے پاک ہے بلکہ اس علاقے میں اقامت دین کا تحریکی فکر بھی موجود ہے۔ حال ہی میں

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ مجاہدین کی جدوجہد سے بھارت میں چار پاکستان بننے والے ہیں۔ (پروفیسر حافظ محمد سعید)

○ پہلے سے موجود ایک پاکستان میں تو پچاس برس کے بعد بھی اسلام نافذ نہیں ہو سکا' اتنے سارے "پاکستانوں" سے تو اسلام اور مسلمانوں کی مزید جگ ہنسائی ہی ہو گی اور بس!

☆ حکمران اقتدار بچانے کے لئے پاکستان کو امریکہ کی ۵۳ ویں ریاست بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ (مولانا اجمل قادری)

○ مولانا کے منہ میں گھی شکر! اسی طرح تو ہم سب گھر بیٹھے بٹھائے گرین کارڈ ہولڈر بن جائیں گے' ہمیں اور کیا چاہئے؟

☆ "بی بی" اور "بابو" باری کا بخار ہیں۔ (حافظ محمد ادریس)

○ اسلامی انقلاب ہی اس "بخار" کا واحد علاج ہے مگر اس طرف آتا کون ہے؟

☆ امریکہ چین کو ایٹمی ٹیکنالوجی فروخت کرنے کی اجازت دے دے گا۔ (ایک خبر)

○ "مرتا کیا نہ کرتا" والی کہاوت سچ ہی تو ہے۔

☆ میرا بس چلے تو روزانہ ایک افسر کو پھانسی دوں۔ (صوبائی وزیر مال شوکت داؤد)

○ حکومت کو چاہئے کہ وہ آنجہانی تارا مسیح کی جگہ وزیر موصوف کو اپوائنٹ کر دے۔

☆ حکومت ان شاء اللہ پانچ سال پورے کرے گی۔ (صدر فاروق لغاری)

○ ہمارے خیال میں صدر صاحب کو ان شاء اللہ کی بجائے "ماشاء اللہ" کہنا چاہئے تھا۔

☆ تخریب کاروں کا قلع قمع کرنے والے پولیس اہلکار قوم کے سپوت ہیں۔ (شہباز شریف)

○ پولیس میں موجود کالی بھیڑوں کے بارے میں بھی کچھ ارشاد فرما دیں تو بہتر ہو گا۔

☆ پارلیمنٹ نہ عدلیہ سپریم صرف اللہ کی ذات ہے۔ (وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین)

○ وزیر موصوف نے اگر یہ سچی بات "مستی" میں نہیں کہی بلکہ کامل ہوش و حواس کے ساتھ کہی ہے تو یہ اچھا شگون ہے۔

☆ مجھے اور نواز شریف کو سیاست چھوڑ دینی چاہئے۔ (بے نظیر)

○ نواز شریف کہہ سکتے ہیں کہ "تم تو ڈوبے ہو صنم کیا ہم کو بھی لے ڈوبو گے؟"

☆ چار بڑے ڈیموں کی اشد ضرورت ہے۔ (گورنر پنجاب)

○ گورنر صاحب! صرف ایک کالا باغ ڈیم ہی بنا دیں' باقی پھر سہی۔

☆ صدر ملکہ برطانیہ کو ہلال امتیاز اور ملکہ صدر کو برطانوی اعزاز دیں گی۔ (ایک خبر)

○ اسے کہتے ہیں "من تُرا ملا بگویم تو مَرا حاجی بگو"

☆ پاکستان اسرائیل کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔ (جنرل جہانگیر کرامت)

○ پاک فوج زندہ باد!

کاروان خلافت منزل بہ منزل

راج گڑھ لاہور میں کارنر میٹنگ

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے زیر اہتمام ۱۲ ستمبر ۹۷ء کو راج گڑھ میں راقم کی رہائش گاہ پر کارنر میٹنگ کا انعقاد ہوا۔ میٹنگ کے لئے دو روز قبل عوام سے رابطہ مہم شروع کی گئی۔ اتوار کے روز نقیب اسرہ سانده روڈ جناب طیب علی، عادل جہانگیر اور راقم نے علاقے کے احباب سے ملاقاتیں کیں اور انہیں میٹنگ میں شرکت کی دعوت دی۔ اگلے روز بروز سوموار جناب طیب علی، جناب تجمل حسن میر اور راقم نے قریبی تین مساجد میں نماز مغرب کے بعد کارنر میٹنگ کی اطلاع پر مشتمل ہینڈ بل تقسیم کئے اور بعد ازاں علاقے کے احباب سے رابطہ کیا۔

بعد نماز مغرب ناظم ذیلی حلقہ لاہور جناب پروفیسر فیاض حکیم کی صدارت میں کارنر میٹنگ کا آغاز تلاوت و ترجمہ قرآن حکیم سے ہوا۔ تلاوت و ترجمہ کی سعادت جناب تجمل حسن میر نے حاصل کی۔ محترم نفیس احمد شیخ نے "قرآن مجید کی روشنی میں ہماری دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ قرآن و سنت کی روشنی میں بحیثیت مسلمان ہم پر پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ ہم خود پورے کے پورے دین پر کاربند ہوں۔ جزوی اطاعت اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگی۔ دوسرا فریضہ یہ عائد ہوتا ہے کہ ہم اسی بات کی دعوت دوسرے مسلمانوں کو بھی دیں، لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ تیسرے دینی فریضے کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ دین کو مکمل طور پر قائم و نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کرنا بھی ہم پر فرض ہے۔ آپ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۱ کے حوالے سے کہا کہ ہم اگر دین کی اقامت کی جدوجہد میں اپنے آپ کو ہمہ وقت اور ہمہ تن نہیں لگائیں گے تو قیامت کے روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی ہمارے خلاف جائے گی۔

پروفیسر فیاض حکیم ناظم ذیلی حلقہ لاہور نے اپنے صدارتی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان جس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا یعنی "پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ" اگر یہ مقصد پورا نہ کیا گیا تو یہ بچا کھچا پاکستان بھی ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ یہ ملک اپنی وجہ جواز ہی کھو دے گا۔ ہمارا ایک بازو ہم سے الگ ہو چکا ہے بقیہ پاکستان کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ یہاں اسلام کا مکمل اور فوری نفاذ کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے مجھے اور آپ کو جدوجہد کرنا ہے۔ اگر یہ جدوجہد قرآن و سنت کی راہ نمائی میں ہوگی تو موثر ہوگی، ورنہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ کی احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آخری دور میں اسلام کا پورے کرۂ ارضی پر غلبہ ہوگا۔ اگرچہ یہ کام مستقبل قریب میں ہو کر رہے گا لیکن ہمارے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم نے اس میں کیا حصہ ڈالا ہے؟ آپ نے مزید فرمایا کہ غلبہ دین کی جدوجہد کا کام بغیر جماعت کے ممکن نہیں۔ آپ نے سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہماری دعوت کو سمجھیں، ہمارے طریقہ کار کا جائزہ لیں، ہمارے امیر اور اس کی مساعی کو دیکھیں۔ اگر آپ کا دل گواہی دے کہ یہ دعوت قرآن و سنت سے اخذ کردہ ہے اور جدوجہد کے طریقہ کار کے لئے راہ نمائی سیرت مطہرہ سے لی گئی ہے تو پھر آپ ہمارا ساتھ دیں، ورنہ کسی دوسری جماعت میں شامل ہو کر اقامت دین کی جدوجہد کا کام کریں۔

ازاں دعا پر جناب فیاض حکیم نے میٹنگ کا اختتام کیا۔ میٹنگ میں تقریباً ۳۵ رفقاء اور ۳۰/ احباب نے شرکت کی۔

اس روز اگرچہ موسم گرم تھا اور احباب کے لئے بجلی کے پنکھوں کا انتظام نہیں کیا جا سکا، اس کے باوجود احباب جم کر بیٹھے رہے جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے اس پروگرام کو ہمارے لئے آسان اور باعث برکت بنا دیا۔

(مرتب : محمد راشد) معتمد ناظم ذیلی حلقہ لاہور

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی کا حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن شاہد اسلم کی نظامت میں دعوتی سرگرمیوں کو بہت بہتر انداز میں پیش کر رہا ہے۔ اس بات کا مظہر گزشتہ چند ماہ میں مسلسل ہونے والے "تفہیم دین کورسز" ہیں جنہیں ہفت روزہ سے لے کر ماہانہ بنیادوں پر کیا گیا ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک بیس روزہ کورس کا آغاز کیا گیا ہے جس میں تجوید کے علاوہ قرآن و حدیث پر مبنی ۲۰ لیکچر ہوں گے۔ تجوید قرآن کالج سے فارغ التحصیل حافظ مشتاق ربانی پڑھاتے ہیں جبکہ لیکچرز شاہد اسلم، محمد اقبال، اشرف ڈھلوں، محمد ارشد انصاری، چوہدری رحمت اللہ بٹر، شمس العارفین، عبدالرؤف، خورشید نبی نور اور پاشا ہارون برکی دیں گے۔ اس کورس کی قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ گوجرانوالہ کے تاجروں کے مطالبے پر شروع کیا گیا ہے اور وہی اس میں شرکت کر رہے ہیں۔

(رپورٹ : محمد یوسف بٹ)

علی پور چٹھہ میں "تفہیم دین کورس"

علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ کا ایک چھوٹا مگر مشہور شہر ہے جس میں تنظیم اسلامی کے صرف ایک ہی رفیق جناب حاجی محمد سلیم صاحب رہائش پذیر ہیں۔ موصوف اقامت دین اور غلبہ اسلام کے لئے جدوجہد کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ ناظم حلقہ گوجرانوالہ جناب شاہد اسلم نے باہمی مشورہ کے بعد علی پور چٹھہ میں "تفہیم دین کورس" کا پروگرام ترتیب دیا جس کے لئے ۷ ستمبر بروز اتوار کو بعد نماز مغرب تا ۱۰ بجے شب کا وقت طے کیا گیا۔ اسرہ پھالیہ کے رفقاء اور ناظم حلقہ اور راقم نماز عصر سے پہلے علی پور چٹھہ پہنچ گئے۔ شہر کے ٹاؤن ہال میں پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے بینرز آویزاں کئے گئے اور معروف مقامات اور مساجد میں ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ پروگرام کا آغاز رفیق

حلقہ لاہور کے زیر اہتمام راج گڑھ میں منعقدہ کارنر میٹنگ کی صدارت ناظم حلقہ جناب فیاض حکیم نے کی، نفیس احمد شیخ اور تجمل حسن میر خطاب کرتے ہوئے

تنظیم اسلامی اسرہ بھالیہ قاری عنایت اللہ صاحب کی تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔

دینی فرائض کا جامع تصور کے موضوع پر راقم نے لیکچر دیا۔ بعد ازاں "مقصد آمد مصطفیٰ" کے عنوان پر جناب شاہد اسلم صاحب نے خطاب کیا۔ پروگرام کے آخر میں سوالات و جوابات کی مختصر نشست منعقد ہوئی۔ پروگرام کے کامیاب انعقاد کا سہرا حاجی محمد سلیم صاحب اور ان کے دوستوں کے سر ہے جنہوں نے پروگرام کی کامیابی کے لئے بھرپور محنت کی۔ شرکاء کی حاضری ۵۰ تا ۶۰ احباب تک رہی۔

(مرتب : شمس العارفین)

اسرہ جی ۶/ اسلام آباد کا ماہانہ دعوتی اجتماع

۳۰/ ستمبر ۹۷ء کو اسرہ جی ۶/ اسلام آباد کے رفقاء نے آبپارہ مارکیٹ کے تاجروں کو قرآن کے آفاقی پیغام سے متعارف کرانے کے لئے درس قرآن کا اہتمام کیا۔ درس قرآن کا یہ پروگرام اسرہ کے ماہانہ دعوتی اجتماع کی ایک کڑی تھی۔ شمیم اختر رفیق تنظیم اسلامی نے درس دیا۔ انہوں نے قرآن مجید کی مختلف آیات کے حوالے سے سامعین کو بتایا کہ خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہوتا ہے وہ انسانوں کے اپنے برے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر عدل وقسط کا اجتماعی نظام قائم کیا جائے تاکہ معاشرے سے فساد ختم ہو اور انسان ہر طرح کے خوف و حزن سے بے نیاز ہو کر اللہ کی بندگی کر سکے۔ صرف عالم اسلام ہی نہیں بلکہ کرۂ ارض کی تمام اقوام کے مسائل کا حل غلبہ دین حق میں مضمر ہے چنانچہ اقامت دین کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (رپورٹ : فرقان دانش خان)

تنظیم اسلامی کراچی شرقی ۳ کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ کا ایک روزہ دعوتی پروگرام ۲۰/ ستمبر کو منعقد ہوا۔ نماز عشاء کے بعد عامر خان اور یونس واجد نے "مطالبات دین" کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ شرکاء کو صبح 4 بجے بیدار کیا گیا چنانچہ رفقاء واحباب نے نماز فجر تک نوافل ادا کئے اور انفرادی طور پر تلاوت کلام پاک اور ذکر الٰہی کا اہتمام کیا۔ بعد نماز فجر محمد رحیم صدیقی صاحب نے درس قرآن دیا۔ بعد ازاں ساڑھے آٹھ بجے تا ساڑھے دس بجے رفقاء واحباب کو امیر محترم کا "دورہ امریکہ کے تاثرات" کے موضوع پر ویڈیو کیسٹ دکھایا گیا۔ پونے گیارہ بجے شرکاء لانڈھی کی مصروف ترین مارکیٹ روانہ ہوئے۔ اس مارکیٹ کا نام ہے "بابر مارکیٹ"۔ یہاں دعوتی و تعارفی کیمپ لگایا گیا تھا۔ رفقاء واحباب نے کیمپ سے تنظیم کے تعارفی و دعوتی ہینڈ بل حاصل کئے اور تقریباً ایک ہزار سے زائد گھروں تک پہنچائے۔ مزید براں کیمپ سے امر بالمعروف نہی عن المنکر اور تنظیم کے تعارف کے حوالے سے مسلسل گفتگو کی جاتی رہی۔ کیمپ میں امیر محترم کی کتابوں کا اسٹال بھی لگایا گیا تھا۔ بعد نماز مغرب بابر مارکیٹ سے ملحق آبادی میں منعقدہ جلسہ عام سے جناب نوید احمد نے خطاب کیا۔ نماز عشاء کے ساتھ ہی ایک روزہ دعوتی پروگرام اختتام کو پہنچا۔

رفقاء پنڈی گھیپ کی دعوتی سرگرمیاں

نقیب اسرہ محمد امین صاحب جن کا تعلق کھڑپہ شہر کی ڈھوک سیدھن سے ہے' "ایک روزہ پروگرام اپنی ڈھوک پر رکھنے کا پروگرام بنایا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد محمد امین صاحب' حافظ شفیق احمد اور محمد اجمل ڈھوک سیدھن پہنچے۔ نماز عصر کے بعد دعوتی گشت کیا۔ سکول کے چھ ساتھی جو ساتویں' آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے مسجد میں تشریف لے آئے۔ محمد اجمل خان نے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق اور جنت و دوزخ کے حوالے سے دعوتی گفتگو کی جو نماز مغرب تک جاری رہی۔ بعد نماز مغرب حافظ شفیق احمد نے "نبی اکرم ﷺ سے تعلق کی بنیادیں" پر تفصیل سے بات کی۔ پروگرام میں ۱۹/ احباب شریک تھے۔

۶/ ستمبر بروز ہفتہ بعد نماز عصر تین رفقاء پنڈی گھیپ سے تقریباً ۸ کلومیٹر دور ایک بستی میں درس قرآن مجید دینے کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً ۴ کلومیٹر پیدل چل کر نماز مغرب سے پہلے مسجد میں پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد "نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں" کے موضوع پر خطاب ہوا۔ حافظ شفیق احمد صاحب نے اس موضوع پر بات کی۔ بعد میں تبلیغی جماعت کے ایک مخلص کارکن سے گفتگو ہوئی جن کے کہنے پہ یہ درس قرآن مجید منعقد ہوا تھا۔ ان سے تنظیم اسلامی کے طریقہ کار پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

۱۲/ ستمبر کو نقیب اسرہ کی قیادت میں تقریباً ۱۱:۳۰ بجے پنڈی گھیپ سے رفقاء میانوالہ گاؤں روانہ ہوئے۔ جہاں رفیق محترم محمد اجمل خان صاحب رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے ایک ہفتہ پہلے ہی سے پروگرام کے لئے انتظامیہ سے اجازت لے رکھی تھی۔ جامع مسجد میں جمعہ کا بیان سوا ایک بجے شروع ہوا۔ بیان کی ذمہ داری نقیب اسرہ جناب محمد امین نے ادا کی۔ انہوں نے فرائض دینی کے جامع تصور پر تفصیلی گفتگو کی۔ سامعین کی حاضری تقریباً ۲۰۰ کے قریب تھی۔ نماز جمعہ کے بعد تعارفی نشست ہوئی جس میں مسجد کے امام صاحب اور مسجد کی انتظامیہ کے بعض افراد نے شرکت کی۔ نماز عصر کے بعد منہج انقلاب نبوی ﷺ پر مذاکرہ ہوا۔ بعد از نماز مغرب حافظ شفیق احمد صاحب نے "عظمت قرآن" کے موضوع پر تفصیلی درس دیا۔ رات کا قیام تبلیغی جماعت کے ایک ساتھی کے گھر ہوا' جنہوں نے دعوتی پروگرام کا بندوبست کیا تھا۔ موصوف سے تنظیم اسلامی کے انقلابی طریقہ کار اور اصل سرچشمہ ایمان قرآن مجید ہے کے موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ تنظیم اسلامی کا لٹریچر بھی بعض دوستوں کو دیا گیا۔

۱۷/ ستمبر کو پنڈی گھیپ ہی میں مقامی احباب کی کوششوں سے مسجد ڈھوک شرقی کی انتظامیہ سے اجازت لی گئی۔ وہاں ہفتہ وار درس قرآن مجید کا پروگرام ہوا۔ حافظ شفیق احمد صاحب نے عظمت قرآن مجید کے موضوع پر درس دیا۔

۲۴/ ستمبر مسجد ڈھوک شرقی میں ہفتہ وار درس قرآن مجید کے سلسلے میں نماز مغرب کے بعد رفیق محترم حافظ شفیق احمد صاحب نے "راہ نجات سورہ العصر کی روشنی میں" کے موضوع پر خطاب کیا۔

تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ کا ماہانہ تربیتی اجتماع

الحمدللہ تنظیم اسلامی راولپنڈی کینٹ "اقامت دین" کے فریضہ کی ادائیگی کے جذبے سے سرشار اپنی جدوجہد میں پیہم رواں دواں ہے۔ ۱۰/ اگست ۹۷ء بروز اتوار تنظیم اسلامی کینٹ کے رفقاء کا ماہانہ تربیتی اجتماع تنظیم کے دفتر واقع عابد مجید روڈ منعقد ہوا جس میں ۱۳ رفقاء نے شرکت کی۔ اجتماع کا آغاز سورۃ الرعد کے رکوع کی تلاوت و ترجمہ سے ہوا۔ تلاوت شدہ آیات کے معانی و مطالب پر سیر حاصل مذاکرہ ہوا جو کافی سودمند ثابت ہوا۔

بعد ازاں مولانا منظور نعمانی کی کتاب "دین و شریعت" کے اقتباس متعلق "عقیدۂ آخرت" کا مطالعہ کیا گیا اور رفقاء نے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

بقیہ : روداد سفر

مالاکنڈ میں نفاذ شریعت کی تحریک برپا ہونے سے بھی ظاہر ہو گیا ہے کہ غلبہ دین کے لئے یہاں کافی مذہبی جذبہ عوام کے سینوں کے اندر موجزن ہے۔ ان تمام حالات و واقعات کے پس منظر میں حلقہ سرحد کے رفقاء کو اپنی موجودہ ذمہ داری سے دس گنا بھاری ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خود کو آمادہ کرنا ہو گا۔ اجتماعی کھانے کے بعد کونوامع الصادقین کا مصداق کامل اور مظہراتم یہ پروگرام بخیروخوبی ختم ہو گیا۔ پشاور سے لاہور واپس آتے ہوئے راولپنڈی میں مقیم جناب نبی احمد لودھی سے ملاقات کے لئے امیر محترم ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ لودھی صاحب سے امیر محترم کے روابط طالب علمی کے دور سے ہیں۔ مولانا امیر محترم کے پرانے "یار غار" ہیں لہٰذا دونوں بزرگوں میں بے تکلف انداز میں بات چیت ہوئی جس سے ہم سب محظوظ ہوئے۔ مولانا نے پر تکلف چائے سے ہماری تواضع کی۔ یوں راولپنڈی سے لاہور کے سفر کا دوبارہ آغاز ہوا۔ رات تقریباً بارہ بجے راقم کو فیروزوالا سٹاپ پر ڈراپ کر دیا گیا جبکہ باقی قافلہ بخیروعافیت اپنی منزل قرآن اکیڈمی پہنچ گیا۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۳۴
سالانہ زر تعاون ۔/۱۲۵ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۵۸۶۹۵۰۱۔۰۳

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کی اہم خبریں

پردہ زبردستی نہیں کروا سکتے، پرائمری تک مخلوط تعلیم ہونی چاہئے ○ عابدہ حسین

وفاقی وزیر بہبود آبادی اور سائنس و ٹیکنالوجی بیگم عابدہ حسین نے کہا ہے کہ ہمیں تسلیم کرنا چاہئے کہ بیٹیاں کسی طور بھی کمتر نہیں ہوتیں۔ انہوں نے خواتین کی اس تجویز پر کہ پردہ حکومتی سطح پر رائج ہونا چاہئے کہا کہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ پردے سے ہماری مراد کیا ہے؟ کیا پردے سے مراد محض کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے یا کچھ اور۔ انہوں نے کہا ہر ملک کے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں، اپنی ثقافت ہوتی ہے جس کے مطابق لوگ رہتے ہیں۔ رہن سہن اور طور طریقے سے ہی قوموں کی پہچان ہوتی ہے۔ ہر زمین کے نزدیک شرم و حیا کا تصور مختلف ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ الحمد اللہ میں ایک اچھی خوشگوار زندگی بسر کر رہی ہوں۔ میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد سے ملتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ باپردہ بھی ہوں اور شرم و حیا کے زیور سے آراستہ بھی۔ اگر میں محسوس کروں گی کہ مجھے اپنا سر چہرہ یا بازو ڈھانپنے ہیں تو میں ضرور ایسا کروں گی لیکن اگر مجھے جبراً یہ کہا جائے کہ یہ کرو تو میں اسے قطعاً پسند نہیں کروں گی۔ اس کے لئے میرا دل سے تسلیم کرنا یا رضامند ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں پانچ سے دس سال کے بچوں اور بچیوں کو علیحدہ سکول میں تعلیم دی جاتی ہے جبکہ ہمارا مذہب اس سلسلے میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ لڑکے خواتین اساتذہ کی تربیت میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کیوں نہ ایک ہی سکول میں بچوں اور بچیوں کو تعلیم دیں۔ ہم اپنے وسائل کو ضائع کر رہے ہیں۔ جہالت کے خاتمے کے لئے اس طرح اقدامات بہت ضروری اور مفید ہوں گے۔ (جنگ، ۷/ اکتوبر)

امریکی طیارہ بردار جہاز خلیج میں: نو فلائی زون پر ایرانی پروازیں

امریکہ نے کہا ہے کہ وہ جنوبی عراق میں "نو فلائی زون" پر ایرانی طیاروں کی پروازوں کے باعث خلیج میں اپنا طیارہ بردار جہاز بھیج رہا ہے۔ وائٹ ہاؤس کے ترجمان مائیکل میک کری نے بتایا کہ یو ایس ایس نمز اور جنگی تیاریوں کی تیز رفتار تعیناتی بین الاقوامی برادری کی طرف سے دی گئی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ پینٹاگون کے ترجمان کرنل رچرڈ برجز نے کہا کہ علاقے میں نو فلائی زون کو یقینی بنانا ہماری ذمہ داری ہے۔ ایران کے اقدام سے معاملہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ علاقے میں اس وقت امریکہ کے تھامس ہاک تباہ کن جہاز، ۳ فریگیٹ اور دو بارودی سرنگیں صاف کرنے والے جہاز ہیں۔ یو ایس ایس نمز کے ساتھ ۸۰ جنگی طیاروں کے علاوہ دو کروزرز، ایک تباہ کرنے والا، ایک فریگیٹ، ایک حملہ آور آبدوز اور ایک امدادی جہاز بھی ہے۔ واضح رہے کہ ۱۹۹۱ء کی خلیجی جنگ کے بعد جنوبی عراق کے علاقے میں "نو فلائی زون" قائم کر دیا گیا جس کی نگرانی برطانیہ اور امریکہ نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس ہفتہ کے آغاز میں ایران نے اس زون کی خلاف ورزی کی جس کی امریکہ اور عرب لیگ نے مذمت کی اور ایران کو خبردار کیا۔ امریکی ترجمان نے کہا کہ بعد میں ایرانی طیاروں کی زون کی خلاف ورزی نہیں کی تاہم "نو فلائی زون" کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے جنگی طیاروں کا یہ دستہ بھیج دیا گیا۔ (نوائے وقت، ۵/ اکتوبر)

بھارت کو معاہدہ عدم جارحیت کی پیشکش مسئلہ کشمیر کے حل سے مشروط ہے ○ جنرل جہانگیر کرامت

چیف آف دی آرمی سٹاف نے کہا ہے کہ وزیر اعظم نے بھارت کو جو عدم جارحیت کے معاہدے کی پیشکش کی ہے وہ مسئلہ کشمیر کے حل کے ساتھ مشروط ہے۔ انہون نے کہا ہے کہ کنٹرول لائن پر کشیدگی اور فائرنگ مسئلہ کشمیر ہی کا شاخسانہ ہے۔ چیف آف آرمی سٹاف جمعہ کی شام جرمنی کے یوم اتحاد کے موقع پر جرمنی کے سفیر کی طرف سے دیئے گئے استقبالئے میں اخبار نویسوں کے ایک گروپ سے گفتگو کر رہے تھے۔ جنرل جہانگیر کرامت نے کہا کہ بھارت سے عدم جارحیت کا سمجھوتہ اسی وقت موثر ہو سکتا ہے جب بھارت مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لئے تیار ہو۔ فوج کے سربراہ نے کہا کہ بھارت نے ۳۰ ستمبر اور یکم اکتوبر کو کنٹرول آف لائن کے ساتھ دیہات پر شدید فائرنگ کی، جس سے ۲۰ سویلین ہلاک ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان دیہات پر فائرنگ نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرف بھی مسلمان ہی آباد ہیں۔ ملکی حالات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ملکی مسائل کو مل جل کر حل کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں محاذ آرائی اور تصادم سے گریز کرنا چاہئے۔ (نوائے وقت، ۵/ اکتوبر)

فاروق عبداللہ نے کشمیر کے چار شہروں سے بھارتی فوجیں نکالنے کا اعلان کر دیا

مقبوضہ کشمیر کے کٹھ پتلی وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ مختلف اہم شہروں میں امن و امان کی صورتحال میں نمایاں بہتری کے بعد بھارتی فوج واپس بلائی جا رہی ہے۔ پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے مطابق فاروق عبداللہ نے کہا ہے کہ بارہ مولا، اننت ناگ، کپواڑہ اور پلوامہ سے فوج واپس بلالی جائے گی۔ تاہم انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ایسا کب ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ لائن آف کنٹرول پر فوج برقرار رہے گی۔ فاروق عبداللہ نے کہا میری حکومت شہروں سے فوج واپس بلانے کے منصوبہ پر عمل چاہتی ہے اور اس کی جگہ پولیس تعینات کی جائے گی۔ ایک بھارتی فوجی افسر بریگیڈیئر اشوک کپور نے وزیر اعلیٰ فاروق عبداللہ کے اعلان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کے فوجیوں کو شہروں سے نکلنے پر خوشی ہو گی کیونکہ ہماری تعیناتی کی اصل جگہ تو سرحد ہے۔ علاوہ ازیں کشمیری پولیس کے سربراہ نے کہا کہ پولیس فوج کی جگہ لینے کی اہل ہے۔ انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے بارہ مولا سے فوج واپس جائے گی پھر اننت ناگ اور دوسرے قصبات کے علاوہ سری نگر سے بھی فوج نکال لی جائے گی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وادی کشمیر میں صورتحال بڑی تیزی سے معمول پر آ رہی ہے۔ (پاکستان، ۷/ اکتوبر)

مردم شماری اگلے سال مارچ تک ملتوی کر دی گئی

ملک بھر میں ۱۸/ اکتوبر سے شروع ہونے والی مردم شماری ملتوی کر دی گئی ہے۔ اب یہ شیڈول کے مطابق مردم شماری یکم مارچ سے ۱۸ مارچ تک مکمل کی جائے گی۔ اس بات کا فیصلہ گزشتہ روز بین الصوبائی رابطہ کمیٹی کے تیسرے اجلاس میں کیا گیا جس کی صدارت کمیٹی کے سربراہ چوہدری نثار علی خان نے کی (ڈان، ۶/ اکتوبر)